اردو شاعری میں حبّ الوطنی

مقالات

سابق طالبات

(گلستان حمیدیہ)

۲۰۲۱ء

:- مرتب :-

ڈاکٹر زرینہ بیگم

اردو شاعری میں حبّ الوطنی

مقالات

سابق طالبات

''گلستان حمیدیہ''

(المنائی ایسوسی ایشن، حمیدیہ گرلز پی جی کالج، پریاگ راج)

۲۰۲۱ء

مرتبہ:

ڈاکٹر زرینہ بیگم

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو

و

صدر ''گلستان حمیدیہ''، حمیدیہ گرلز ڈگری کالج، پریاگ راج

سرپرست

مسز تزئین احسان اللہ

منیجر، حمیدیہ گرلس ڈگری کالج، پریاگ راج

پروفیسر یوسفہ نفیس

پرنسپل، حمیدیہ گرلس ڈگری کالج، پریاگ راج

معاونین

ڈاکٹر شبانہ عزیز، ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبۂ فارسی و نائب صدر گلستان حمیدیہ

مسز ثمین، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ سماجیات و ٹریجرر، گلستان حمیدیہ

مسز حنا فرحین، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ تعلیمات و ممبر گلستان حمیدیہ

مس تزئین، کمپیوٹر انسٹرکٹر و ممبر گلستان حمیدیہ

مسز عوفیہ، آفس اسسٹنٹ سی ڈبلو ایس و ممبر گلستان حمیدیہ

مس عشبہ، استاد اردو کوچنگ سینٹر و ممبر گلستان حمیدیہ

کمپیوٹر کمپوزنگ

مسز شاذیہ غلام انصاری، سابق طالبہ

ترتیب و تزئین

الفرید کمپیوٹر ورک، کریلی، پریاگ راج موبائل:9415659928

فہرست

نمبر شمار	عنوان	مصنف	صفحہ نمبر
۱۔	پیش لفظ	ڈاکٹر زرینہ بیگم	4
۲۔	پیغام	پروفیسر یوسفہ نفیس	6
۳۔	میرا وطن (نظم)	ڈاکٹر زرینہ بیگم زرّیں	7
۴۔	اے میرے پیارے وطن (نظم)	ڈاکٹر جوہی بیگم شاماؔ	11
۵۔	اردو شاعری میں حب الوطنی اقبالؔ کے خصوصی حوالے سے	عفت زہرا	12
۶۔	اردو شاعری میں حب الوطنی	شاذیہ غلام انصاری	20
۷۔	اردو شاعری میں حب الوطنی	روزینہ انصاری	26
۸۔	اردو شاعری میں حب الوطنی	تنویر فاطمہ	35
۹۔	اردو شاعری میں حب الوطنی	کنیز فاطمہ	39
۱۰۔	اردو شاعری میں حب الوطنی	سفینہ زہرا	41

پیش لفظ

جیسا کہ ہم سبھی واقف ہیں کہ ہمارے ملک میں آزادی کے امرت مہوتسو کا دور چل رہا ہے جو ۱۵ اگست ۲۰۲۳ تک جاری رہے گا اس جشن آزادی کے پس منظر میں اگر جائیں اور غلامی کے اس دور کا تصور کریں جہاں بے شمار لوگوں نے صدیوں تک آزادی کی صبح کا انتظار کیا تو یہ احساس ہوتا ہے کہ ۷۵ سال کی آزادی مکمل کرنے کا موقع واقعی کتنا تاریخی ہے، یہ کتنا قابل فخر ہے اس جشن میں ابدی ہندوستان کی روایت بھی ہے اور جدوجہد آزادی کا عکس بھی اور آزاد بھارت کی قابل ناز ترقی بھی ہے لیکن تاریخ اس بات کی بھی شاہد ہے کہ کسی ملک و قوم کا فخر تب تک بیدار رہتا ہے جب تک وہ نسل نو کو عزت نفس اور قربانی کی روایات سے متعارف کراتے ہوئے متحرک کرنے کا فرض ادا کرتی رہتی ہے روشن مستقبل کے لیے ماضی کے تجربات اور ورثے کے فخر سے وابستہ ہونا بھی لازمی ہے۔ آزادی کے یہ ۷۵ سال موجودہ نسل کے لیے ایک امرت کی طرح ہیں ایک ایسا امرت جو ملک کے لیے ہر لمحہ جینے، بیدار رہنے کی تحریک دیتا رہے گا۔

جدوجہد آزادی میں مختلف قسم کی تحریکیں، واقعات استحصال و تشدد اور غلامی کی لعنت سے نجات دلانے والے شعور کارفرما ہے۔ ہر خطہ، ہر طبقہ اور ہر معاشرے نے حتی الامکان کاوش کرتے ہوئے ملک کی آزادی کا بیڑا اٹھایا ایسی قربانیاں پیش کیں جو آج تاریخ کا ایک سنہرا باب ہیں۔

ہماری خوش بختی ہے کہ وقت نے، ملک نے ہم سب کو اس امرت مہوتسو کو حقیقت بنانے کی ذمہ داری سونپی۔ ہم اپنے اپنے طریقے سے آزادی کے متوالوں کی جدوجہد، قربانی کے جذبے کا تجزیہ کرتے ہوئے خراج تحسین پیش کریں جس میں اُن کے خوابوں کا ہندوستان بنانے کا عزم بھی شامل ہو۔

جس وقت ہمارا ملک انگریزوں کی غلامی میں جکڑا ہوا تھا اور ہر شخص اس غلامی کی زنجیروں سے آزاد ہونے کے لیے اپنے ہاتھ پیر مار رہا تھا اس وقت ہماری اردو شاعری بھی قلم کی تلوار لے کر میدان جنگ میں اتری اور حب الوطنی کے جذبات سے سرشار ہو کر آزادی کے لیے انقلاب زندہ باد کے نعرے لگانے میں پیچھے نہیں رہی۔ شعرا نے اپنے کلام کے ذریعہ موجودہ دور کے استحصال و تشدد، ظلم و بربریت کے خلاف، اتحاد کی اہمیت پر زور دیا اور عوام کو وطن پر سرشار ہونے، سر پر کفن باندھنے کی رغبت دلائی۔ ظلم کرنے والوں اور آدمی کو غلام سمجھنے والوں کے خلاف احتجاج بلند کیا جو تحریکیں ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف متحرک تھیں اُن کی ہمت افزائی کی اور اُن کے روم روم میں ایک جوش و ولولہ پیدا کیا۔ آزادی و حب الوطنی کے نغمات لکھنے والے شعرا کی طویل فہرست موجود ہے جنھوں نے مادر وطن کے لیے قومی یکجہتی کا نظریہ پیش کیا اور انگریزوں کے خلاف ایک پلیٹ فارم بنا کر لڑنے کا تصور عام کیا، جیل کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن اپنے مشن سے قدم پیچھے نہیں ہٹایا ان میں خصوصاً مولانا حسرتؔ موہانی، مجازؔ، عرش ملسیانیؔ، حالیؔ، فراقؔ، فیضؔ، ساحرؔ، چکبستؔ، ظفر علی خاں، تلوک چند، جذبیؔ، وغیرہ ناقابل فراموش ہیں۔ ان کی پیہم کوششیں قابل ذکر ہیں۔

مذکورہ خیالات کی روشنی میں ہی المنائی ایسوسی ایشن ''گلستانِ حمیدیہ'' نے بھی یہ فیصلہ لیا کہ آزادی کے امرت مہوتسو کے پیش نظر کیوں نہ طالبات کو 'اردو شاعری میں حب الوطنی' موضوع پر مقالہ نگاری کا موقع دیا جائے۔ شعبۂ اردو کی 'بزم ادب' کے مشترکہ تعاون سے ہفت روزہ پروگرام ''نوائے اردو'' کے دوران مورخہ ۱۵ر نومبر ۲۰۲۱ء کو مہمان خصوصی وصدر جلسہ پروفیسر شبنم حمید، صدر شعبۂ اردو، الہ آباد یونیورسٹی، الہ آباد اور مہمان اعزازی ڈاکٹر لئیق رضوی، ایڈیٹر، سہارا سمے، نئی دہلی کی موجودگی میں آن لائن سمپوزیم برائے سابق طالبات کا انعقاد کیا گیا جس میں شریک فرما طالبات کے مقالے قابل تحسین رہے۔ انھیں مقالوں کی مرتب صورت آپ قارئین کی پیش نظر ہے جس میں خامیاں بھی ہوں گی لیکن طالبات کی کاوش اور ہمت افزائی ہمارا فرض ہے تاکہ آئندہ وہ اپنے مضامین اور بہتر انداز میں لے کر حاضر ہو سکیں۔

میں محترمہ تزئین احسان اللہ صاحبہ، مینیجر، حمیدیہ گرلز ڈگری کالج و پروفیسر یوسف نفیس صاحب، پرنسپل، حمیدیہ گرلز ڈگری کالج، پریاگ راج کی بہ صمیم قلب شکر گزار ہوں جن کی حوصلہ افزائی کی بہ دولت ہم اسے مرتب شکل دے سکے نیز ڈاکٹر ناصحہ عثمانی، ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبۂ اردو، ڈاکٹر شبانہ عزیز، ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبۂ فارسی اور دیگر ممبران گلستان حمیدیہ کی از حد ممنون کرم ہوں جن کے بہترین مشورے، تجاویز اور پُرخلوص تعاون ہر ہر قدم پر معاون رہے۔

میں ان مقالات کو تحریر کرنے والی سبھی طالبات کو مبارکباد اور نیک خواہشات پیش کرتی ہوں اور مطالبہ بھی کہ وہ لکھنا بند نہ کریں اپنی صلاحیتوں کو مزید نمایاں کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہیں۔

ان مقالات کی ترتیب و تزئین میں معاون ہماری شاگرد و سابق طالبہ شاذیہ غلام انصاری اور جناب فرید اختر صاحب، الفرید کمپیوٹر سنٹر، کریلی، الہ آباد کی بے حد شکر گزار اور روشن مستقبل کی متمنی ہوں۔

شکریہ

ڈاکٹر زرینہ بیگم زرین
ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبۂ اردو
و
صدر ''گلستان حمیدیہ''
حمیدیہ گرلز ڈگری کالج، پریاگ راج

پیغام

میں ''گلستان حمیدیہ'' (انجمن سابق طالبات) کے تمام ممبران کو عمیق دل سے مبارکباد پیش کرتی ہوں کہ انھوں نے آزادی کے امرت مہوتسو کے پیش نظر بموضوع ''اردو شاعری میں حب الوطنی'' اپنے مقالات مورخہ ۱۵ رنومبر ۲۰۲۱ء کو شعبۂ اردو بزم ادب کی جانب سے منعقدہ آن لائن پروگرام ''نوائے اردو'' کے تحت پیش کئے۔ یہ امر میرے لئے باعثِ مسرت ہے کہ وہ مقالات اب مرتبہ صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔ میری دعا ہے کہ یہ تحقیق وترتیب کا سلسلہ مزید رواں دواں رہے۔

نیک خواہشات کے ساتھ

پروفیسر یوسفہ نفیس
پرنسپل
حمیدیہ گرلس ڈگری کالج، پریاگ راج

میرا وطن

اے میرے وطن اے میرے وطن
قربان میں کر دوں جان و تن
اے میرے وطن-------

ہیں یاد ہمیں اک ایک ستم
کیا کیا ڈھائے نہ ظلم و ستم
اک وار نہیں تھا جسم پہ کم
دل بھی چھلنی تھے دم بہ قدم
اے میرے وطن-------

دشمن تو بہت تھے طاقتور
عیار بہت اور دانشور
عاشق تھے جو ہندوستاں کے نڈر
کر ڈالا سب کو زیر و زبر
اے میرے وطن-------

گاندھی و جواہر لال کہیں
تھے گوکھلے، لالہ، بوس کہیں
کہیں ٹیپو، لکچھمی بائی کہیں
جس نے نہ جھکائی اپنی جبیں
اے میرے وطن-------

کتنے شہدا کو یاد کروں
کس کس کا نام شمار کروں
اشفاق، بھگت سنگھ، بسمل کو
کیسے نذرانہ پیش کروں
اے میرے وطن-------

یہ جنگ نہ تھی ہتھیاروں کی
یہ جنگ تو تھی ادھیکاروں کی
کوشش تھی کہ ہو آزاد وطن
ٹوٹے نہ ڈور کناروں کی
اے میرے وطن-------
کیسے تھے ہند کے اہل وطن
تاریخ تو پڑھ اے چرخ کہن
افسانۂ ہندیٔ گنگ و جمن
ہر ذرہ ہند کا مشک ختن
اے میرے وطن-------
کتنی تکلیف اٹھائی ہے
تب آزادی یہ پائی ہے
ہر ریت میں کھیت میں گلشن میں
تب یہ ہریالی آئی ہے
اے میرے وطن-------
اے قلزم عرفاں ہندوستاں
ہر میداں میں تو ضو افشاں
تہذیب تری ناقوس و اذاں
یہ تیری تقدس کا ہے ضمن
اے میرے وطن-------
کیسی دلکش تاریخ حسیں
اکبر کی اشوک کی ہے یہ زمیں
اس جا پہ جھکی دنیا کی جبیں
کبھی یہ تھی سجدہ گاہ زمن
اے میرے وطن-------

ٹیگور کہ غالب یا تلسی
میرا کی فراق کی پاک زمیں
ہندی اردو کے سنگم کی
نایاب زر افشاں اک مخزن
اے میرے وطن--------
میلے ٹھیلوں کی ریت یہاں
رقصاں جھولوں پہ پریت یہاں
موسم کا بھی استقبال یہاں
ہر رسم و رواج کا جشن یہاں
اے میرے وطن--------
مشہور ہے دنیا میں اب تک
وہ صبح بنارس شام اودھ
کہیں ڈھول، مجیرے گیت غزل
دل سب کے لبھاتے ہیں اب تک
اے میرے وطن--------
ہے عزم تری عظمت نہ ہو کم
ہستی کو مٹا دیں چاہے ہم
کوئی آنکھیں اٹھا کر دیکھے تو
لاشوں کے ڈھیر لگا دیں ہم
اے میرے وطن--------
قرباں زر و مال و جان و تن
تفریق کا بن نہ سکے مسکن
یوں ہی ساتھ رواں ہوں گنگ و جمن
خوشبو سے مہکے میرا چمن
اے میرے وطن--------
تزئیں کرتی ہے عہد وطن

تہذیب کا نہ چھوٹے دامن
بجھ جائے شمع ظلام کہن
روشن ہو در در دیپ امن
اے میرے وطن اے میرے وطن
قربان میں کر دوں جان و تن

☆☆☆

ڈاکٹر زرینہ بیگم زرین
سابق طالبہ
و
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اردو
حمیدیہ گرلز ڈگری کالج، پریاگ راج
مورخہ: ۱۵ر اگست ۲۰۲۲ء

اے مرے پیارے وطن

اے مرے پیارے وطن اے رونق بزم جہاں
دست قدرت نے بنایا ہے تجھے رشک جناں

جو کشش حاصل ہے تجھ کو وہ کسی میں ہے کہاں
ڈھونڈ کر لائے تری تمثیل کیسے یہ جہاں

ثبت ہیں تیری جبیں پر میرے سجدوں کے نشاں
تو بتا دے پھر تجھے میں چھوڑ کر جاؤں کہاں

رغبت دنیا کا مرکز تو رہا ہے اے وطن
معترف صدیوں سے تیرے جلووں کا ہے یہ زماں

دامن دل کھینچتا ہے تیرا حسن بے مثال
گوشہ گوشہ ذرہ ذرہ دلکشی کا ہے بیاں

تو رہے سر سبز و شاداں ہے یہ شاؔما کی دعا
قائم و دائم رہے تو اے مرے ہندوستاں

☆☆☆

ڈاکٹر جوہی بیگم شاؔما
گیسٹ فیکلٹی، شعبۂ اردو
الہ آباد ڈگری کالج، پریاگ راج
سابق طالبہ
حمیدیہ گرلز ڈگری کالج، پریاگ راج

اردو شاعری میں حب الوطنی اقبالؔ کے خصوصی حوالے سے

صفت زہرا

سابق طالبہ، حمیدیہ گرلز ڈگری کالج

و

ریسرچ اسکالر، شعبۂ اردو

الٰہ آباد یونیورسٹی، پریاگ راج

اردو شاعری کا خمیر ہی حب الوطنی سے اٹھا ہے۔ وہ دکنی ہو یا ہندوستان کے میلوں اور تیو ہاروں کا ذکر ہو جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ہمارے شعراء کو ہندوستان کی ہر چیز عزیز ہے۔ ملا اسداللہ وجہی نے جب ''سب رس'' کا آغاز کیا تو وہ لکھتے ہیں ''در زبان ہندوستان'' یہ فقرہ بذات خود ہندوستان سے محبت کی دلیل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اردو شاعری کے مزاج میں ہندوستانیت کا رنگ شوخ ہوتا گیا اور وطن سے محبت کے نغمات گونجنے لگے۔ یہاں تک کہ جب مغلوں کا دور ختم ہوا اور ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنے پنجے گڑانے شروع کیے تو آزادی کی تمنا اور تڑپ جاگ اٹھی اور انگریزوں کے خلاف فضا بننے لگی۔ مصحفیؔ نے لکھا۔

ہندوستاں کی دولت و حشمت جو کچھ کہ تھی
کافر فرنگیوں نے بہ تدبیر کھینچ لی

مصحفی سے بہت پہلے میرؔ صاحب نے حالات زمانہ کی تصویر کشی کرتے ہوئے یہ بھی لکھا تھا۔

دلی میں آج بھیک بھی ملتی نہیں انھیں
تھا کل تلک دماغ جنھیں تخت و تاج کا

اسی طرح رام نارائن موزوںؔ نے صوبے دار عظیم آباد سراج الدولہ کی شہادت پر بے اختیار کہا تھا۔

غزالاں تم تو واقف ہو کہو مجنوں کے مرنے کی
دوانہ مر گیا آخر کو ویرانے پہ کیا گزری

اسی طرح ہندوستانیت، حب الوطنی میں بدلی اور رفتہ رفتہ یہ ایک رجحان بنتا گیا اور اٹھارہویں صدی میں استعاراتی زبان میں اور کبھی کبھی اشارتی طور پر ہمارے شعراء نے وطن کی محبت کے نغمات چھیڑے۔ ۱۸۵۷ء سے پہلے شعراء کے یہاں وطن سے محبت اور اسکا اظہار ذرا مختلف رنگ میں نظر آتا ہے۔ یہاں ایک افسردگی طاری ہے۔ غم ہے ملال ہے افسوس ہے جو کبھی شہر آشوب، شکایت زمانہ، انقلاب زمانہ، ویرانیٔ زمانہ کی شکل میں ابھرتا ہے۔ یہ حزن و ملال شہروں گلی کوچوں اور آبادیوں کے اجڑنے اور ویران ہونے کی بدولت پیدا ہوا۔ یہ وطن سے محبت کا ہی اثر تھا کہ سوداؔ، میرؔ و مصحفیؔ شہر آشوب لکھ رہے تھے۔ واجد علی شاہ ''رخصت اے اہل وطن'' کے عنوان سے نظم لکھ رہے تھے۔ اسی زمانے میں شاہ ظہور الدین حاتمؔ ''ویرانیٔ زمانہ'' لکھ رہے تھے تو دوسری طرف مرزا محمد رضا برقؔ ''مرثیہ'' لکھنؤ لکھنے پر مجبور تھے۔ وہ

کہتے ہیں۔

قہقہے اڑتے تھے ہمگھٹ تھے پری زادوں کے
میلے ہر روز ہوا کرتے تھے آزادوں کے
شور سنتے تھے نہ ہرگز کبھی فریادوں کے
کبھی آگاہ نہ تھے نام سے بیدادوں کے
کیا کہیں کس کہیں ہائے وہ صحبت کیا تھی
راجا اندر کے اکھاڑے کی حقیقت کیا تھی

اس کے علاوہ واجد علی شاہ اختر اپنی نظم "رخصت اے اہل وطن" میں کہتے ہیں۔

کس سے فریاد کروں ہے یہی رقت کا مقام
کیسا کیسا میرا اسباب ہوا ہے نیلام
میرے جانے سے ہر اک گھر میں پڑا ہے کہرام
در و دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں
رخصت اے اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں

اس طرح کے تمام اشعار اس دور کے شعراء کے یہاں مل جائیں گے۔ جو رنج و غم کے ماحول کی عکاسی کرتے ہیں۔ مگر دراصل یہ افسوس ناک اظہار وطن سے محبت اور اسکی رونق کے لٹنے کا غم ہے۔ جو شعراء کے یہاں جا بہ جا نظر آتا ہے۔ اس طرح تاریخ کے آئینے میں ہندوستانیوں کی حب الوطنی خصوصاً اردو شعراء کے یہاں ابھرتی گئی اور اس رجحان نے بیسویں صدی کے آغاز سے ہی وطن کا نغمہ گنگناتے ہوئے بلند آہنگ اور لہجے میں اپنی حب الوطنی کی آواز صدائے احتجاج کی صورت میں بلند کی۔

دراصل ہندستان کی محبت اردو شاعری کا اہم جز رہی ہے۔ یہ زمانے کی مسلسل تبدیلی کے ساتھ نئے نئے عنوانات میں رونما ہوتی رہی۔ کبھی تو شاعروں نے ہندستان کی عظمت کے ترانے گائے جس میں علامہ اقبال کی "ترانہ ہندی"، "ہمالہ" جیسی نظمیں اہم ہیں۔ چکبست کی 'خاک وطن'، سرور جہان آبادی کی 'گلزار وطن'۔ جوش ملیح آبادی کی 'وطن'۔ فراق گورکھپوری کی 'اے مادر ہند'۔ جمیل مظہری کی 'اے مادر ہندوستان'۔ علی سردار جعفری کی 'اے ہندوستان' وغیرہ چنندہ نظمیں ہیں جو ہندوستان کی عظمت اور حشمت کا بیان کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر چکبست ہندوستان کی عظمت کا بیان کچھ اس انداز سے کرتے ہیں۔۔۔

اے خاک ہند تیری عظمت میں کیا گماں ہے
دریائے فیض قدرت تیرے لئے رواں ہے
تیری جبیں سے نور حسن ازل عیاں ہے
اللہ رے زیب و زینت کیا اوج عزوشاں ہے

ہر صبح ہے یہ خدمت خورشید پر ضیاء کی
کرنوں سے گوندھتا ہے چوٹی ہمالیہ کی

جوشؔ ملیح آبادی بڑے ہی خوبصورت انداز میں وطن سے اظہارِ محبت کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

اے وطن ! آج سے کیا ہم تیرے شیدائی ہیں
آنکھ جس دن سے کھلی ،تیرے تمنائی ہیں
مدتوں سے تیرے جزبوں کے تماشائی ہیں
ہم تو بچپن سے تیرے عاشق و سودائی ہیں
بھائی طفلی سے ہر اک آن جہاں میں تیری
بات تتلا کے جو کی بھی تو زباں میں تیری

ہمارے شعراء کے قلم سے ہندوستان کا کوئی بھی گوشہ یا کوئی بھی رنگ چھوٹا نہیں ہے۔ یہاں کے قدرتی مناظر ہوں یا صبح اور شام کا سماں، یہاں کے موسم ،تیوہار، شہر، علاقے، کوچہ وگلیاں، تعمیرات اور فنون لطیفہ حتیٰ کہ ہمارے مذہبی یا مرکزی رہنما بھی شعراء کی قلم سے نہ بچ سکے۔ یہ حب الوطنی کا جوش ہے کہ اردو ادب میں آنند نارائن ملا نے 'گنگا کے چراغ'، چکبست نے 'جلوہ صبح'۔ جوشؔ نے 'البیلی صبح'۔ ندا فاضلی نے 'شام'۔ مخدوم' نے 'آسمانی لوریاں'، علی سردار جعفری نے 'موسم کا گیت'۔ حسرت موہانی نے 'برسات کی امنگ' جیسی وطن کی خوبصورتی کو بیان کرتی نظمیں لکھیں۔ اسکے علاوہ جاڑا، گرمی، برسات اور مختلف اقسام کے کھانوں کے ساتھ ساتھ ہولی، دیوالی، بسنت، راکھی، عید، رمضان وغیرہ پر بے شمار اشعار ملتے ہیں۔

یہ ہندوستان کی مٹی کا سحر ہے کہ اقبالؔ 'رام اور نانک' پر نظمیں لکھتے ہیں اور درشن سنگھ دگل 'حضرت محمد اور ابن مریم' پر نظمیں لکھتے ہیں۔ ایک طرف نظیر اکبر آبادی 'جنم کنہیا' پر لکھتے ہیں تو دوسری طرف گوپی ناتھ امن 'بزم خسرو' لکھ کر نظرانہ عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ دراصل ہندوستان کا خمیر ہی ایسا ہے کہ مذہب، رنگ و نسل، تہذیب وثقافت، جدا ہونے کے باوجود جب وطن کی محبت کا ذکر ہوتا ہے تو ہر فرد پیش پیش نظر آتا ہے۔ اسکی سب سے عمدہ مثال مرثیوں میں دیکھنے کو ملتی ہے جو پوری طرح سے عرب اور اسکے نواح کا قصہ ہے مگر ہمارے شعراء نے اسے پورے ہندوستانی معیار اور تہذیب پر برتا ہے۔ جیسے شادی بیاہ کا ذکر، غم اور مسرت کا اظہار، لباس اور طور طریقے، رسم و رواج وغیرہ خالص ہندوستانی ماحول کی عکاسی کرتے ہیں۔

یہ مختصر سی فہرست ہے شعراء کی جنکے یہاں حب الوطنی سے بھرپور شاعری ملتی ہے۔ حالانکہ اردو ادب کا کوئی بھی شاعر ایسا نہیں ہے جس نے وطن کی محبت کے راگ نہ گنگنائے ہوں۔ مگر ان تمام شعراء کے درمیان ہمیں ایک ایسا شاعر دکھائی پڑتا ہے جس کے یہاں وطن کی محبت کمال کی حد تک اور فلسفیانہ انداز میں نظر آتی ہے۔ چنانچہ زیادہ بہتر ہوگا کہ حب الوطنی کا نقطہ آغاز اقبالؔ کو ہی قرار دیا جائے کہ جن کی شاعری کا آغاز ہی ''ہمالہ'' اور ''ترانۂ ہندی'' ''سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا'' جیسی نظموں سے ہوتا ہے۔ اقبالؔ جب فخریہ انداز میں کہتے ہیں۔

کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری
صدیوں رہا ہے دشمن دور زماں ہمارا

تو ہر ہندوستانی کی نگاہوں میں وہ جذبہ نظر آتا ہے۔ پھر جب اپنی نظم "ہمالہ" میں وہ ہندوستانی وقار کو ہمالہ کی شکل میں پیش کرتے ہیں تو قاری وطن کی خصوصیات اور اسکی تعریف میں محو ہو جاتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں۔

اے ہمالہ ! اے فصیل کشور ہندوستاں
چومتا ہے تیری پیشانی کو جھک کر آسماں
تجھ میں کچھ پیدا نہیں دیرینہ روزی کے نشاں
تو جواں ہے گردش شام و سحر کے درمیاں
ایک جلوہ تھا کلیم طور سینا کے لئے
تو تجلی ہے سراپا چشم بینا کے لئے

اقبال کو حب الوطنی کا آغاز کہنے کا یہ سبب ہرگز نہیں ہے کہ ان سے پہلے شعرا کے یہاں وطن سے محبت کا تجزیہ نہ تھا بلکہ اقبال کی پشت پر تو محمد حسین آزاد، حالی، اکبر، نظیر جیسے لوگ موجود تھے۔ جو حب وطن، آزادی کی قدر جیسی نظمیں لکھ رہے تھے۔ اور اقبال کی شاعری انھیں کے زیر سایہ پروان چڑھی۔ مگر اقبال ان سب سے ذرا مختلف ہیں۔ اقبال کے یہاں ایک طرف جہاں وطن کے جاہ و جلال، عظمت و شان کا ذکر ہے تو دوسری طرف وہ وطن کے حالات پر فکر مند بھی نظر آتے ہیں اور مستقبل کے لئے پریشان بھی ہیں۔ ایک طرف وہ "ہندوستانی بچوں کا قومی گیت" میں وطن پر ناز کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

چشتی نے جس زمیں پر پیغام حق سنایا
نانک نے جس زمیں پر وحدت کا گیت گایا
تاتاریوں نے جس کو اپنا وطن بنایا
جس نے حجازیوں سے دشت عرب چھڑایا
میرا وطن وہی ہے ،میرا وطن وہی ہے

اس کے برعکس اقبال کی نظم "تصویر درد" جو ایک نمایاں نظم ہے جہاں اقبال نئے رنگ اور آہنگ میں نظر آتے ہیں۔ یہاں پر نہ وہ فلسفی ہیں اور نہ ہی کوئی حکیم ملت بلکہ یہاں پر انکا خاص جذبہ محبت نظر آتا ہے۔ وہ فکر مند ہیں اپنے وطن کے لئے اور خبردار کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

ذرا دیکھ اس کو جو کچھ ہو رہا ہے ، ہونے والا ہے
دھرا کیا ہے بھلا عہد کہن کی داستانوں میں
نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو
تمھاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

اقبالؔ کے حال دل کو بیان کرتے ہوئے پروفیسر نورالحسن نقوی لکھتے ہیں:

''اس دور میں وطن کے لئے اقبال کے دل میں کتنا درد تھا یہ دیکھنا ہو تو ''تصویر درد'' کا مطالعہ کرنا چاہیے۔وطن پر فرقہ پرستی کے بادل منڈلانے لگتے ہیں تو محبِ وطن اقبال کا دل تڑپ اٹھتا ہے۔''

اقبالؔ اس فرقہ پرستی کے تعصب سے بے انتہا نفرت کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

تعصب چھوڑ ناداں! دہر کے آئینہ خانے میں
یہ تصویریں ہیں تیری جن کو سمجھا ہے برا تو نے
زباں سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل
بنایا ہے بت پندار کو اپنا خدا تو نے

اقبالؔ کی نظر مستقبل پر بھی تھی اور وہ دیکھ رہے تھے کہ وطن میں ایسے حالات اور جذبات انکی ترقی اور انسانیت کے لئے سم قاتل ہیں ۔اقبالؔ کی فکر مختلف ادوار میں مختلف رنگوں میں نظر آتی ہے۔یہ انکے شروعاتی دور کے نظریات تھے مگر جیسے جیسے انکی فکر مستحکم ہوتی گئی انکا نظریہ حب الوطن تبدیل ہوتا گیا۔ایسا نہیں ہے کہ وہ وطن سے محبت کرنا ترک کر دیتے ہیں بلکہ اب انکے نظریات میں مزید وسعت آجاتی ہے۔اور وہ اب سوائے وطن کے تمام انسانیت کے لئے فکرمند نظر آنے لگتے ہیں۔اقبالؔ انسانیت کے مبلغ ہیں۔وہ وطن سے محبت کرتے ہیں مگر وطنیت کے نام پر انسانیت کا گلا گھونٹ دیا جائے یہ ان کے نظریہ کے خلاف ہے۔''ہمالہ''،''ترانۂ ہندی''،''ہندستانی بچوں کا قومی گیت'' یہ تمام نظمیں انھوں نے وطن سے محبت میں لکھی ہیں۔اپنے وطن سے محبت یعنی دوسرے وطن سے نفرت یہ وطنیت اقبالؔ کے یہاں نہیں ملے گی۔قوم،وطن یہ تمام چیزیں سیاست کی حدود میں داخل ہو کر انسانیت کے لئے مضر ہو جاتی ہیں جس کے لئے اقبال کہتے ہیں۔

اس دور میں مے اور ہے، جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنا لی روش لطف و کرم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

ہو قید مقامی تو نتیجہ ہے تباہی
رہ بحر میں آزاد وطن صورت ماہی
ہے ترک وطن سنت محبوب الٰہی
گفتار سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشاد نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے
اقوام جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے
تسخیر ہے مقصود تجارت تو اسی سے
خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے
کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے
اقوام میں مخلوق خدا بٹتی ہے اس سے
قومیت اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے

دراصل اقبالؔ مساوات کے قائل ہیں۔ یہ وطنیت کا نظریہ مساوات پر کاری ضرب لگاتا ہے۔ ہندوستان کا ماحول اور دوسرے ممالک کی سیر کے بعد اقبالؔ کے اس نظریہ میں تبدیلی آئی اور وہ وطنیت پر مذہب کو ترجیح دینے لگے۔ جیسے کہ وہ کہتے ہیں قید مقامی انسان کو خود پسند بناتی ہے اور لوگوں سے محبت کرنے کے لئے تمام کائنات کو ایک سمجھنا ہوگا۔ جیسا کہ ہمارے نبی تمام کائنات کے لئے رحمت ہیں وہ رحمتہ العالمین ہیں نہ کہ صرف کسی ایک وطن یا کسی ایک خاص طبقے کے لئے۔ اقبالؔ محدود وطنی تصور نہیں رکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔

بستہ رنگ خصوصیت نہ ہو میری زباں
نوع انساں قوم میری وطن میرا جہاں

اقبالؔ وطن کا سیاسی مفہوم سمجھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہم سب ہندی ہیں اور ہندی کہلاتے ہیں۔ ہم سب کرۂ ارضی کے اس حصے میں بود و باش رکھتے ہیں جو ہند کے نام سے موسوم ہے۔ علیٰ ہذالقیاس چینی، عربی، جاپانی، ایرانی وغیرہ وطن کا لفظ جو اس قوم میں مستعمل ہوا ہے محض ایک جغرافیائی اصطلاح ہے اور اس حیثیت سے اسلام سے متصادم نہیں ہوتا اس کے حدود آج کچھ ہیں اور کل کچھ اور کل تک اہل برما ہندوستانی تھے اور آج برمی ہیں۔ ان معنوں میں ہر انسان فطری طور پر اپنی جنم بھوم سے محبت رکھتا ہے اور بقدر اپنی بساط کے لئے اس کے لئے قربانی کرنے کو تیار رہتا ہے۔ بعض نادان لوگ اس کی تائید میں حب الوطن من الایمان کا مقولہ حدیث سمجھ کر پیش کیا کرتے ہیں حالانکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ وطن کی محبت ایک فطری جذبہ ہے جس کی

پرورش کے لئے اثرات کی کچھ ضرورت نہیں مگر زمانہ حال کے سیاسی لٹریچر میں ''وطن'' کا مفہوم جغرافیائی نہیں بلکہ ''وطن'' ایک اصول ہے ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کا اور اس اعتبار سے ایک سیاسی تصور ہے چونکہ اسلام بھی ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کا ایک قانون ہے اس لئے جب لفظ ''وطن'' کو ایک سیاسی تصور کے طور پر استعمال کیا جائے تو وہ اسلام سے متصادم ہوتا ہے۔''

(اسلام قومیت اور وطنیت۔علامہ سر محمد اقبال ،ص۔۳۰۰ رسالہ نقوش اقبال نمبر ادارۂ فروغ اردو۔لاہور ،نومبر ۱۹۷۷)

وطن اور قوم کو لیکر اقبال کی فکر میں وقت کے ساتھ تضاد پایا جاتا ہے مگر جیسے جیسے وہ حقیقت سے آشنا ہوتے ہیں مشاہدے اور تجربے کی بنا پر ان کا نظریہ بدلتا ہے۔عبدالحق صاحب اقبال کے تصورات قوم و وطن پر لکھتے ہیں:

''اقبال کے یہاں اس دور میں محدود وطنی تصور کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی انسانی ہیئت اجتماعیہ کا تصور پایا جاتا ہے۔یہاں وطنی تصورات بین الاقوامی تصورات سے ٹکراتے نہیں ہیں بلکہ دونو باہم شیر وشکر ہوتے ہیں۔اتحاد انسانی کے ساتھ ساتھ قومی اور ملکی اتحاد بے حد ضروری ہے۔بلکہ پہلے ملکی اتحاد قائم ہونا چاہئے کیونکہ یہی اتحاد انسانی اتحاد کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔اقبال اسی لئے قومی اتحاد پر زیادہ زور صرف کرتے ہیں۔''

(اقبال کے ابتدائی افکار۔عبدالحق ۔ص۔۱۹۶)

اقبال قوم وملت کے سیاسی مفہوم سے بیزار نظر آتے ہیں اور اس کی مخالفت کرتے ہیں۔اقبال کی ملت کی بنا مذہب ہے مگر اس میں وہ کسی بھی سیاسی حدود کے قائل نہیں ہیں۔اقبال سماجی اور معاشرتی برابری اور مساوات کے قائل ہیں۔وہ ایسی ملت اور قوم کی نفی کرتے ہیں جو انسانی غلامی کی بنیاد ڈالے۔ملت کے دائرے میں تمام انسانی اور عالمی اخوت آجاتی ہے اور ملت کا یہ نظریہ قومیت وطنیت کے آگے مدھم پڑ جاتا ہے۔جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اقبال کا نظریہ وطنیت وقت اور حالات کے ساتھ اور خاص کر قیام یورپ کے بعد بدلتا نظر آتا ہے اس کی وضاحت میں آل احمد سرور کچھ یوں رقم طراز ہوتے ہیں۔۔۔

''جس احساس نے اقبال سے بانگ درا میں وہ نظمیں کہلوائی تھیں وہ اب بھی باقی ہے البتہ ذہنی نشو ونما کے ساتھ ساتھ خیالات میں بھی تدریجی ارتقا ہوتا گیا۔پہلے اقبال وطن کے لئے بے تاب تھے اور وطن ہی ان کے لئے سب کچھ تھا۔حب وطن کا جذبہ اب بھی باقی ہے بلکہ زیادہ پختہ ہو گیا۔پہلے وطنیت مقصود بالذات تھی مگر اب بین الاقوامیت کعبۂ مقصود ہے۔جس میں حب وطن منطقی طور سے شامل ہے کیوں کہ کل میں ہمیشہ جز شامل ہوتا ہے۔پہلے وہ وطن کی محبت میں سرشار اور انھیں تمام فضا میں یہی سرزمین نظر آتی تھی ۔اب بھی ان کا دل مسرت سے لبریز ہے۔اب ان کی نگاہ زیادہ وسیع ہو گئی ہے۔پہلے

انھوں نے خود یہ حدیں مٹا دیں اور ان کی بنیاد تاریخی واقعات اور طبعی حالات پر رکھی ہے۔"

ایسا نہیں ہے اقبال کا تصور وطنیت یورپ کے سفر کے بعد اچانک تبدیل ہوا۔ وہ پہلے بھی وطن اور مذہب سے محبت کرتے تھے اور ان کی اصلاح کے لئے لکھا کرتے تھے مگر قیام یورپ کے بعد انکے نظریات میں حیرت انگیز تبدیلی آئی اور اب وہ اسلامی نظریہ وطنیت کی طرف رجوع ہوئے اور بین الاقوامی ملت کا نظریہ ان کے یہاں دکھائی پڑا۔ اقبال ہمیشہ سے ذہین تھے اور مذہب اور وطن ان کے رگ و پے میں سرایت کرتے تھے اور اسی نظریہ کے ساتھ جب اقبال مغرب کے سفر پر نکلے تو انھوں نے ایک نئی فضا میں سانس لی۔ نئی تہذیب، انسانیت کے نئے رجحان، سائنس اور مغربی فلسفیوں وغیرہ کا مشاہدہ کیا جس سے ان کی فکر پر نئے انکشاف ہوئے۔ انھوں نے مغربی تہذیب اور تمدن کا مطالعہ کیا۔ اور اس سے بہت استفادہ کیا۔ ہاں اگر اقبال کا ذہن خالی ہوتا تو اس کے نتائج ایسے نہ ہوتے۔

اردو شاعری میں حب الوطنی

شاذیہ غلام انصاری

سابق طالبہ

حمیدیہ گرلز ڈگری کالج، پریاگ راج

ادب اور سماج کا بڑا ہی گہرا رشتہ ہوتا ہے۔ کسی بھی زبان کا ادب اس عہد کے معاشرے کا عکاس ہوتا ہے جس کے ذریعہ اس عہد کی تاریخ کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ اس لئے کسی بھی ادب کو اس عہد کی تاریخ سے واقفیت کے بغیر نہیں سمجھا جاسکتا ہے۔ تاریخی اعتبار سے اگر ہم دیکھیں تو ہمارا ملک ہندوستان یکے بعد دیگرے تمام تحریکات سے دوچار رہا جس میں تحریک آزادی سب سے اہم تحریک ہے۔ اپنے وطن کی آزادی کی جدوجہد میں تمام ہندوستانی زبانوں کے قلم کاروں اور سخنوروں نے اپنی قلم کے جوہر دکھائے لیکن چونکہ جس وقت تحریک آزادی زوروں پر تھی اس زمانے میں ہندوستان میں اردو کو ملک گیر زبان کا مرتبہ حاصل تھا اس لئے اردو کے ادیبوں اور شاعروں پر یہ ذمہ داری اور زبانوں کے قلم کاروں کی بہ نسبت زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ وہ وطن والوں کے سوئے ہوئے ضمیر کو بیدار کرنے اور اہل وطن کو آزادی کی نعمت حاصل کرنے کی ترغیب دیں اور ہمارے اردو شاعروں نے اپنی یہ ذمہ داری پوری کرنے میں اپنے قلم میں خون جگر شامل کردیا اور وطن عزیز کی آزادی کے لیے، اہل وطن کے دلوں میں مادر ہند کی عظمت اور آزادی ہند کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے جذبۂ حب الوطنی سے سرشار، پُرجوش اور پُر اثر کلام پیش کیا۔

اس نقطہ نظر سے اگر ہم پوری اردو شاعری کا تجزیہ کریں تو پتا چلتا ہے کہ ابتداء سے ہی جہاں اردو شاعری میں حسن وعشق کے قصے بیان ہوتے رہے ہیں وہیں انتشار اور احتجاج کی بھی روداد سنائی دیتی ہے۔

شمالی ہندوستان میں اردو شاعری کا آغاز ولؔی کا دیوان دہلی آنے کے بعد ہوا۔ دہلی اس وقت دار السلطنت تھی۔ دہلی پر جو افتاد پڑی اور نقل مکانی کا جو سلسلہ شروع ہوا اس کا مرثیہ میرؔ نے اپنے کلام میں پُر سوز انداز میں یوں بیان کیا:

ترے وصال کے ہم شوق میں ہو آوارہ　　　عزیز دوست سبھوں کی جدائیاں دیکھیں

اس کے علاوہ سوداؔ نے مخمس کی ہیئت میں شہر آشوب کی شکل میں عام زوال کا دردانگیز نقشہ پیش کیا جس میں ان کی حب وطن کی دردمندی عیاں ہے لیکن اس قدیم دور کی شاعری میں جذبۂ حب الوطنی کا تصور علاقائی ہونے کے سبب محدود اور انفرادی تھا۔

۱۸۵۷ء کی غدر کے بعد ملک کا تہذیبی شیرازہ منتشر ہوگیا تھا۔ اس بغاوت کا اثر سب سے زیادہ دہلی پر رہا اور دہلی اس وقت اردو شاعری کا مرکز رہی ہے اس لئے اس دور میں اردو شاعری کا زمانہ نہایت ہی زبوں حالی کا زمانہ تھا کیونکہ اردو شاعروں نے دہلی کی تباہ کاریوں اور بربادیوں کو نہ صرف اپنی آنکھوں سے دیکھا بلکہ خود بھی اس سے دوچار ہوئے۔

قفس میں مجھ سے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم　　　گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو

غالبؔ کے اس شعر میں قفس، چمن کی روداد اور آشیانے پر بجلی گرنے کا ذکر بھی سیاسی انتشارات کے اشارے ہیں۔

سرسید کی تحریک کے زیر اثر حالؔی اور آزادؔ نے ۱۸۷۴ء میں انجمن پنجاب کی حمایت میں ایک جدید طرز کے نظمیہ مشاعرے کی بنیاد ڈالی اور نیچرل شاعری کی تحریک کا آغاز ہوا۔ اس مشاعرے کے ذریعہ یہ واضح کیا گیا کہ شاعروں کو محدود فضا سے باہر نکل کر وسیع موضوعات کو اپنی شاعری میں استعمال کرنا چاہیے۔ چنانچہ موضوع میں وسعت کے سبب جدید اردو شاعری میں جذبۂ حب الوطنی کا اجتماعی تصور واضح ہونے لگا جس کا نقش اول حالؔی کی شاعری میں ملتا ہے۔ حالؔی اردو کے پہلے شاعر ہیں جنھوں نے ہندوستان کی غلامی کو محسوس کیا اور ہمارے قومی و ملی شعور کو بیدار کیا۔ اپنی شاعری کے ذریعہ قوم کی عظیم ماضی روایات سے اہل وطن کو یاد کرایا۔ پورے جوش اور ولولے کے ساتھ ہندوستان کے جاگیردارانہ عہد کے زوال کا مکمل تصور مسدس کی شکل میں اہل وطن کے سامنے پیش کیا جس کو قومی شاعری کا سنگ بنیاد کہا جا سکتا ہے۔ مثلاً:

بس اب علم و فن کے وہ پھیلاؤ ساماں　　　کہ نسلیں تمھاری بنیں جن سے انساں
غریبوں کو راہِ ترقی ہو آساں　　　امیروں میں ہو نور تعلیم تاباں
کوئی ان میں دنیا کی عزت کو تھامے
کوئی کشتیِ دین و ملت کو تھامے

حالؔی کے ساتھ محمد حسین آزاد بھی قومی و وطنی شاعری کے ذریعہ اہل وطن کے دلوں میں مادرِ ہند کی آزادی کے جذبے کو فروغ دے رہے تھے۔ انہوں نے اپنی نظم 'حب وطن' کے ذریعہ اہل وطن کے مردہ احساسات کو یوں بیدار کرنے کی کوشش کی:

تجھ بن سب اہل درد ہیں دل مردہ ہو رہے　　　اور دل کے شوق سینوں میں افسردہ ہو رہے
لبریز جوش حبّ وطن سب کے جام ہوں　　　سرشار ذوق و شوق دل خاص و عام ہوں

اسمٰعیل میرٹھی اپنی نظم 'آزادی غنیمت ہے' میں سیدھے سادے انداز میں غلامی اور آزادی کا موازنہ پیش کر کے عوام میں آزادی کا جذبہ اس طرح پیدا کرتے ہیں۔

ملے خشک روٹی جو آزاد رہ کر　　　تو وہ خوف و ذلت کے حلوے سے بہتر
جو ٹوٹی ہوئی جھونپڑی بے ضرر ہو　　　بھلی اس محل سے جہاں کچھ خطر ہو

اس طرح انیسویں صدی کے شعرا بالواسطہ طور پر ہندوستانیوں کو سیاسی آزادی دلانے کے لئے ان کے اندر تحریک آزادی کے لئے جذبۂ حب وطن کو بیدار کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ زندگی کی ضرورت کے مطابق ہندوستانیوں نے سیاسی آزادی کے ساتھ معاشی طور پر بھی آزاد ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ حالؔی، آزادؔ، شبلؔی وغیرہ نے وطنیت کے جس تصور کی بنیاد ڈالی تھی اور آزادی کا جو خاکہ پیش کیا تھا، اس کو مزید وسیع پیمانے پر لے جاتے ہوئے بیسویں صدی کے شعراء مثلاً درگا سہائے سرورؔ، چکبستؔ، اقبالؔ وغیرہ نے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی اور سیاسی آزادی کے ساتھ ملک کو معاشی اور اقتصادی طور پر بھی آزاد کرانے کی کوشش کی۔

چکبستؔ نے وطن دوستی کے جذبہ کو سب سے اہم جذبہ مانا ہے۔ ان کی شاعری میں سب سے زیادہ موثر واضح رجحان وطنیت اور قومیت کا تھا۔ جس سے متاثر ہو کر ایک طرف انھوں نے 'خاک ہند'، 'ہمارا وطن دل سے پیارا وطن'، 'حب قومی'، 'فریاد قوم'، 'وطن کا راگ' جیسی

نظمیں لکھیں تو دوسری طرف غزل میں اس قسم کے وطن دوست شعر پیش کیے۔

جنونِ حبِ وطن کا مزا شباب میں ہے　　　　لہو میں پھر یہ روانی رہے رہے نہ رہے

اقبالؔ کی بیشتر ابتدائی شاعری وطنی اور قومی جذبے سے سرشار ہے۔ ان کے جذبۂ حُبّ الوطنی کا اندازہ 'نیا شوالہ' کے اس شعر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے:

پتھر کی مورتوں میں سمجھا ہے تو خدا ہے　　　　خاکِ وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے

ان کی ابتدائیہ شاعری حب الوطنی اور وطن دوستی کا پیغام دیتی ہے تو دوسری طرف ان کی مشہور نظمیں 'فرمانِ خدا فرشتوں کے نام'، 'ساقی نامہ'، 'مسجد قرطبہ'، 'لینن خدا کے حضور میں' جیسی نظمیں ملک کے نوجوانوں میں حرکت و عمل کا جذبہ پیدا کر کے ان کے ذہن میں ملک و قوم کے نام پر جان قربان کرنے کا جذبہ بیدار کرتی ہے۔ جہاں ان کا قومی ملی ترانہ 'سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا' زبان زدِ خاص و عام ہے وہیں ان کے کلام میں آپسی اتحاد، بھائی چارگی اور قومی یکجہتی کی نادر مثالیں بھی ملتی ہیں۔ مثلاً:

اٹھی ہے ہوائے دہر پانی بن جاؤ　　　　موجوں کی طرح لڑو، مگر ایک رہو

اپنے غزلیہ اشعار کے ذریعہ بھی اپنی دور بینی و دور اندیشی سے اہلِ وطن کو آنے والے خطرات سے یوں آگاہ کرتے ہیں:

تو نے اے انسانِ غافل آہ کچھ پرواہ نہ کی　　　　بے زباں طائر سمجھتے تھے زبانِ اہلِ درد

دگرگوں ہے جہاں، تاروں کی گردش تیز ہے ساقی　　　　دلِ ہر ذرہ میں غوغائے رستاخیز ہے ساقی

سیاسی اور سماجی تبدیلیوں کے معنی میں لفظ انقلاب کا استعمال اردو شاعری میں سب سے پہلے اقبالؔ نے ہی کیا۔ ان کے نزدیک صنعتی پسماندگی ہندوستان کی غلامی اور افلاس کا اصل سبب ہے اور صنعتی ترقی کے بغیر ملک کو بیرونی تسلط سے نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور اپنی مشہور نظم 'خضرِ راہ' میں وہ مزدور اور سرمایہ دار کے تضاد کو ظاہر کرتے ہوئے محنت کش طبقہ کو یوں بیدار کرتے ہیں:

اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے　　　　مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

درگا سہائے سرور نے براہِ راست وطن پر لکھی گئی نظموں 'مادرِ ہند'، 'سرزمینِ ہند'، 'خاکِ وطن'، 'یادِ وطن'، 'عروسِ حُبِّ وطن'، 'چشمۂ وطن'، 'سرزمینِ وطن' میں ماں اور دیوی جیسی عظیم شے کی حیثیت سے وطن کا تصور پیش کیا۔

حسرتؔ وہ پہلے غزل گو شاعر ہیں جن کے ہاتھوں اردو غزل میں سیاسی جہت کا آغاز ہوا۔ ان کی عشقیہ شاعری کی شناخت اپنی جگہ مسلم ہے لیکن حسرتؔ نے تغزل کے آداب کو برتتے ہوئے غزل میں سامراج اور سیاسی جور و استبداد کے خلاف آواز بلند کر کے وسیع پیمانے پر غزل کو سیاسی و قومی شاعری کے لیے استعمال کیا۔ حسرتؔ کے یہاں آزادی کی تڑپ اتنی شدت اختیار کر گئی کہ انھیں تین بار جیل بھی جانا پڑا۔ انھیں قید و بند کی صعوبتوں میں مستی کا احساس ہوتا تھا اور آنے والے وقت میں ملنے والی آزادی کا تصور کر کے وہ جھوم اٹھتے تھے۔ ان کی رگوں میں حب الوطنی خون کی طرح رواں دواں تھی۔ ان کی بیشتر غزلیں دورِ اسیری کی ہیں۔ ان کی غزلیں ان کی حُب الوطنی کی غماز ہیں اور اپنے اسی جذبے سے سرشار ہو کر وہ کہتے ہیں:

رسمِ جفا کامیاب دیکھیے کب تک رہے　　　　حبِ وطن مستِ خواب دیکھیے کب تک رہے

اچھا ہے اہل جور کئے جائیں سختیاں　　　　پھیلے گی اور خواہش حب وطن تمام

۱۹۳۶ء میں انجمن ترقی پسند مصنفین کے قیام نے اشتراکیت اور عوامی انقلاب کی رو کو وسعت بخشی۔ معاشرے میں دو طبقہ بن گیا تھا ایک سرمایہ دارانہ طبقہ جو استحصال کر رہا تھا اور دوسرا محنت کش اور مزدوروں کا طبقہ جس کا استحصال کیا جا رہا تھا۔ چنانچہ ترقی پسند شاعروں نے اپنا رشتہ محنت کش اور پسماندہ طبقے سے جوڑا اور ظالم طبقہ کے خلاف، غلامی، ظلم اور ناانصافی کے خلاف مثبت انداز میں ملک کی آزادی کے لیے براہ راست اپنے خیالات کا اظہار کرنے لگے جس میں ان کی وطن دوستی اور قومی یکجہتی کا جذبہ نیز وطن پر جان نثار کر دینے کا جذبہ بھی شامل ہے۔ جن ترقی پسند شعرا نے براہ راست، بے خوف و ہراس، اپنی قومی و وطنی شاعری اور اپنے پُر جوش کلام اور خطیبانہ انداز سے ہندوستان میں جذبۂ آزادی کا صور پھونکا، ان میں جوش، فیض احمد فیض، اسرار الحق مجاز، معین احسن جذبی، فراق گورکھپوری، مخدوم محی الدین، علی سردار جعفری، کیفی اعظمی، جاں نثار اختر، ساحر لدھیانوی، مجروح سلطان پوری، اختر الایمان، احمد ندیم قاسمی وغیرہ مشہور ہیں۔

جوش کا نام ترقی پسند شعرا میں سرفہرست ہے، جن کی شناخت اردو شاعری میں شاعر شباب اور شاعر انقلاب کی صورت میں نمایاں ہے۔ جوش نے اردو شاعری کو انقلابی آہنگ دیتے ہوئے وسیع تر وطن دوستی کا احساس دلایا اور 'وطن'، 'نعرۂ شباب'، "کسان" "آثار انقلاب"، 'البیلی صبح'، 'وفاداران ازلی کا پیام شاہنشاہ ہندوستان کے نام'، 'لمحۂ آزادی' وغیرہ قومی و وطنی نظمیں لکھیں۔ انھوں نے ابتدا سے ہی انقلاب کا نعرہ دیا اور زنداں میں بھی ان کے جوش میں کسی طرح کی کوئی کمی رونما نہیں ہوئی۔ نظم 'شکست زنداں کا خواب' میں ان کے نام اور جذبہ کی مماثلت ملاحظہ ہو:

سنبھلو کہ وہ زنداں گونج اٹھا، جھپٹو کہ وہ قیدی چھوٹ گئے
اٹھو کہ وہ بیٹھی دیواریں، دوڑو کہ وہ ٹوٹیں زنجیریں

فیض کی شاعری میں رومان اور حقیقت کا امتزاج نظر آتا ہے۔ 'صبح آزادی'، 'نثار میں تری گلیوں پہ'، "یاد"، 'زنداں کی ایک شام'، 'ہم جو تاریک راہوں میں مارے گئے'، 'ملاقات'، 'اے روشنیوں کے شہر'، 'دریچہ'، 'دو عشق'، 'متاع لوح و قلم' وغیرہ نظمیں فیض کی خالص حب الوطنی کے جذبات کی ترجمانی کرتی ہیں۔

فیض نے وطن اور آزادی کے تصور کو ایک حسین محبوب تصور کیا ہے۔ اپنے غرور میں محو برطانوی سامراج کے ذریعہ اذیت دینے پر ان کے قلم سے ایسے بلند حوصلہ اشعار رقم ہوتے ہیں:

کرو کج جبیں پہ سر کفن مرے قاتلوں کو گماں نہ ہو　　　　کہ غرور عشق کا بانکپن پس مرگ ہم نے بھلا دیا
غرور سرو سمن سے کہہ دو کہ پھر وہی تاجدار ہوں گے　　　　جو خار و خس والیٔ چمن تھے عروج سرو سمن سے پہلے

ترقی پسند تحریک کا دور اول فراق گورکھپوری کی شاعری کے نشو و نما کا دور تھا۔ وہ بھی انقلاب کے خواہاں ہیں اور جذبۂ آزادی کے پرستار ہیں لیکن ان کے یہاں جذبۂ آزادی یا انقلاب کسی بغاوت یا احتجاج کی شکل میں نہیں بلکہ نہایت ہی شیرینی اور سنجیدگی کے ساتھ اجاگر ہوتا ہے: مثلاً

زمیں جاگ رہی ہے کہ انقلاب ہے کل　　　　وہ رات ہے کہ کوئی ذرہ محو خواب نہیں

مخدوم محی الدین کی عزم پختگی اور جذبہ آزادی ان کی مشہور انقلابی نظم 'کہو ہندوستان کی جے' میں ملاحظہ ہو:

زمین پاک اب ناپاکیوں کو ڈھو نہیں سکتی　　　وطن کی شمع آزادی کبھی گُل ہو نہیں سکتی

مجاز کی شاعری میں انقلاب کا رنگ طرب آمیز ہے اس لیے انھیں انقلاب کا مُطرب کہا جاتا ہے کیونکہ ان کا سفر رومان سے انقلاب کی طرف تھا۔ جدوجہد آزادی جیسے جیسے تیز ہوتی گئی ویسے ویسے ان کی شاعری میں نکھار آتا گیا اور اپنی شاعری کے ذریعہ ملک کے نوجوانوں میں اس طرح انقلابی روح پھونک کر شوقِ آزادی سے آشنا کراتے ہیں:

اے جوانانِ وطن کی روح جواں ہے تو اٹھو　　　آنکھ اس محشر نو کی نگراں ہے تو اٹھو

اٹھو نقارہ افلاک بجا دو اٹھ کر　　　ایک سوئے ہوئے عالم کو جگا دو اٹھ کر

علی سردار جعفری کے یہاں انقلاب اور احتجاج دونوں کا امتزاج نظر آتا ہے۔ انھوں نے جاگیردارانہ نظام کی پیدا کردہ جبر و استبداد کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور بے گناہوں اور مظلوموں کے بہتے ہوئے خون سے متاثر ہو کر جو ان کے انقلابی مزاج کی شکل میں سامنے آیا اور وہ کسانوں اور مزدوروں کی حمایت میں کھڑے ہو کر خطیبانہ انداز میں للکارتے ہوئے کہتے ہیں۔

ان ہاتھوں کی تعظیم کرو
ان ہاتھوں کی تکریم کرو
دنیا کے چلانے والے ہیں
ان ہاتھوں کو تسلیم کرو
تاریخ کے اور مشینوں کے پہیوں کی روانی ان سے ہے
تہذیب کی اور تمدن کی بھرپور جوانی ان سے ہے
دنیا کا فسانہ ان سے ہے، انساں کی کہانی ان سے ہے
ان ہاتھوں کی تعظیم کرو

اپنے اس خطاب سے بھی مزید آگے بڑھ کر وہ بغاوت پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور نظم 'بغاوت' میں لکھتے ہیں:

بغاوت ورد سہنے سے بغاوت دُکھ اٹھانے سے　　　بغاوت ہاں بجز انسان کے سارے زمانے سے

'دل نواز ہو'، 'کون سچ بولے گا'، 'بغاوت'، 'میرا سفر'، 'نئی دنیا کو سلام'، 'امن کا ستارہ'، 'اب بھی روشن ہیں' وغیرہ نظمیں ان کی اسی نوعیت کی احتجاجی لہجہ سے مزین ہیں۔

ساحر کی شاعری انسان دوستی حق پرستی اور آزادی کی راہ میں رکاوٹوں کے خلاف سخت احتجاج اور سماج کے استحصالی نظام پر طنز کی بہترین مثال ہے۔

مجروح نے اپنی نظموں کے علاوہ غزلوں کے ذریعہ بھی آزادی کی جدوجہد کو تقویت بخشنے کے لئے پُرخار راستے سے گزرتے ہوئے اپنی منزل مقصود تک پہونچنے کا عزم یوں بیان کیا ہے۔

ستونِ دار پہ رکھتے چلو سروں کے چراغ　　　جہاں تلک یہ ستم کی سیاہ رات چلے

سنتے ہیں کہ کانٹے سے گل تک ہیں راہ میں لاکھوں ویرانے　　　کہتا ہے مگر یہ عزمِ جنوں صحرا سے گلستاں دور نہیں

جاں نثار اختر جذبۂ حب الوطنی سے لبریز پورے جوش اور ولولے کے ساتھ اس طرح نعرۂ انقلاب بلند کرتے ہیں:

کانپ جائے گا کبھی قصرِ تمدن کا چراغ　　　موم کے مانند پگھلے گا امیری کا دماغ

یہ زمیں ہل جائے گی یہ آسماں ہل جائے گا　　　اک نیا پرچم ہوا کے دوش پر لہرائے گا

اختر الایمان اپنے علامتی اسلوب کے سہارے اپنی نظموں مثلاً 'ایک سوال'، 'خاک وخون'، 'جنگ'، 'آزادی کے بعد'، 'پندرہ اگست'، 'نئی صبح' وغیرہ میں سیاسی وسماجی حقیقتوں کی عکاسی کرتے ہیں۔

تلوک چند محرومؔ نے بھی اہل وطن کے قلوب میں وطن دوستی کا نور بھرنے کے لئے وطن پرستانہ جذبات سے معمور کئی نظمیں مثلاً 'بزمِ نو'، 'بھارت کی جے ہو'، 'جے ہند'، 'اسیر وگرو چھٹکارائی کی باتیں'، 'نوجوانان وطن سے گزارش' پیش کیں۔ 'بھارت کی جے ہو' سے ایک بند ملاحظہ ہو:

حبِ وطن ہو اہلِ وطن میں　　　دل میں، جگر میں، جان اور تن میں

الفت وطن کی ہو مرد و زن میں　　　تھی جس طرح سے دورِ کہن میں

بھارت کی جے ہو، بھارت کی جے ہو

ساغر نظامی نے آزادی اور وطنیت کے بے شمار ترانے گائے ہیں۔ ان کے جذبۂ آزادی کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

یہ اک دیوارِ زنداں کیا اگر ہوں لاکھ دیواریں　　　مقید کب ہمارا جذبۂ آزاد ہوتا ہے

مذکورہ شاعروں کے علاوہ سید مطلبی فرید آبادی، تلوک چند محروم، علی جواد زیدی، سلام مچھلی شہری، کیفی اعظمی، مسعود اختر جمال، اختر انصاری، شاد عارفی، پرویز شاہدی، سکندر علی وجد، مغیث الرحمٰن، عزیز حامد مدنی، ظہیر کاشمیری، قتیل شفائی، احسان دانش وغیرہ شعرا کی ایک طویل فہرست ہے جنھوں نے اپنے زورِ بیان سے اہل وطن کو اس کی دگرگوں حالت کا احساس بھی کرایا اور خاکِ وطن سے محبت کا جذبہ بیدار کرتے ہوئے ان کے اندر جد وجہد آزادی کا جذبہ پیدا کیا۔

اس طرح ہماری اردو شاعری کا بیشتر سرمایہ حب الوطنی اور قومی یکجہتی کے جذبے سے سرشار ہے۔ اردو شاعری کے بہت سے سرفروشان وطن اور محبان وطن، وطن کی محبت میں نذرِ زنداں کئے گئے لیکن ان کا قلم دورانِ اسیری بھی بے باکی سے رواں دواں رہا۔ شعرا نے کبھی معتدل رویہ اختیار کر کے تو کبھی باغیانہ لہجہ اختیار کر کے، کبھی احتجاج کی شکل میں تو کبھی انقلاب کی شکل میں، کبھی بالواسطہ اور کبھی براہِ راست، حسبِ ضرورت اور حسبِ موقع اپنے کلام کے ذریعہ اہل وطن کے دلوں میں جذبۂ حب الوطنی پیدا کرنے کی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ جہاں ایک طرف تحریک آزادی کی جد وجہد میں ملک کے سورماؤں اور جیالوں نے عملی طور پر حصہ لے کر اپنی جان کی بازیاں لگائیں اور خون کے نذرانے پیش کئے وہیں دوسری جانب اردو شاعری کے بے شمار محبِ وطن شاعروں نے اپنے قلم کے ذریعہ اہل وطن کے دلوں میں غلامی کی نفرت کی آگ لگا کر مادرِ ہند کو برطانوی سامراج کے شکنجے سے آزاد کرانے کا کارنامہ انجام دیا۔

اردو شاعری میں حب الوطنی

روزینہ انصاری

سابق طالبہ

حمیدیہ گرلز ڈگری کالج، پریاگ راج

''محب وطن'' سے مراد ایسا شخص ہے جو اپنے ملک کی فلاح و بہبودی چاہے، جو اپنے ملک کے حقوق اور آزادی کی حفاظت کرے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ حب الوطنی سے مراد اپنے ملک کی قدروں کا احترام ہے، اپنے ملک کی حفاظت کرنا، اس کے حقوق کا تحفظ کرنا ہے، کسی سیاسی دباؤ یا سماجی انتشار کے باعث جبر و تشدد کی گرفت مضبوط ہو جاتی ہے اسے ڈھیلی کرنے کے لیے جہد مسلسل کے جس جذبے کو پیش کیا جاتا ہے اسے وطن پرستی کا جذبہ کہا جاتا ہے۔ بیرونی طاقتوں کے استبداد اور حکمرانی سے اپنے وطن کو آزاد کرانے یا اس کی حفاظت کرنے والے جذبات کو بھی وطن دوستی کہتے ہیں۔ اپنے وطن کے شاندار ماضی اور ان کے تاریخی عوامل اور حقائق کا ذکر بھی وطن پرستی کی دلیل ہے۔

مولانا محمد حسین آزاد کی نظم ''حب وطن'' میں وطن پرستی کی بہترین اور مکمل تعریف دیکھیے۔ کس طرح ابتدائی اشعار میں وہ کہتے ہیں۔

اب میں تمھیں بتاؤں کہ حب وطن ہے کیا
وہ چمن ہے اور ہوائے چمن ہے کیا

ہو مہر میں یہ تو اس کو کرن کہیں
گر دل میں جلوہ گر ہو تو حب وطن کہیں

اسی طرح اقبالؔ بھی اپنی مشہور نظم ''ترانۂ ہند'' میں کہتے ہیں۔

کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری
صدیوں رہا دشمن دور زماں ہمارا

اگر ہم ہندوستان کی تمام تاریخی کتاب، تاریخی عمارات اور تاریخی نشانات سے قطع نظر کریں تب بھی اردو کا زرخیز ادب اس ملک کی عظمت اور عقت کا آئینہ دار رہے گا۔

اردو ایک ہندوستانی زبان ہے۔ اس نے اپنے دائرۂ اثر میں ہر مذہب و ملت، ہر رنگ و نسل کے افراد کے محسوسات اور جذبات کو سمو کر انہیں ایسا ادبی رنگ و روپ عطا کیا جس سے زبان کے ادب اور شاعری پر باہمی میل جول، رواداری، اتحاد، محبت اور قومی یکجہتی کے جذبوں کی گہری چھاپ پڑ چکی ہے، ان ہی عناصر کی موجودگی نے اردو زبان کے ادب کو سیکولر مزاج عطا کیا جو سارے ہندوستانی عوام کے جمہوری جذبے سے ہم آہنگ ہے۔ اردو زبان ہندوؤں اور مسلمانوں کے میل جول کی جیتی جاگتی نشانی، ہماری گنگا جمنی تہذیب اور ہند ایرانی کلچر کی تصویر ہے۔

ہندوستان کی تاریخ میں ہر دور میں قومی یکجہتی کی مختلف علامتیں رہی ہیں۔ اگر وادیٔ سندھ کی تہذیب کے زمانے میں لباس، رہن سہن، معاشرہ اور دیوتاؤں کی پرستش قدر مشترک کی حیثیت رکھتی تھیں اور قومی یکجہتی کی علامت تھیں تو آریوں کے عہد میں یہ علامت زبان اور باضابطہ مذہب کی شکل میں ظاہر ہوئیں۔ اشوک کے زمانے میں بھی قومی یکجہتی کی علامت مذہب اور کچھ بنیادی اصول تھے۔ شنکر آچاریہ نے مٹھوں کے قیام سے فلسفیانہ بنیادوں پر یا فکری سطح پر مذہب کو قومی ہم آہنگی کی علامت بنایا۔

مسلمانوں کی آمد کے بعد سے ہندوستان کے لوگوں پر مشترکہ تہذیب، زبان رہن سہن کا اثر پڑا۔ اردو کے ابتدائی نقوش امیر خسرو کے یہاں نظر آتے ہیں جن کی تخلیقات نے لوک گیتوں کا درجہ حاصل کرلیا ہے۔ بارہ ماسہ جیسی ہندوستانی عناصر سے لبریز تخلیق اردو کے ایک شاعر افضل جھنجھانوی کی دین ہے۔ اردو شاعری کا باقاعدہ آغاز دکن میں ہوا۔ قلی قطب شاہ سے لے کر ولی تک ہر فن کار کے یہاں تمام مروجہ اصناف سخن میں ہندوستانی عناصر کا تال میل نظر آتا ہے۔ قلی قطب شاہ کی تخلیقات میں مقامی موسم، قدرتی مناظر، میلوں اور تیوہاروں کے متعلق بیانات بکثرت ملتے ہیں وہیں ولی دکنی کے کلام میں ہندوستانی عناصر سے لبریز نمونے ملتے ہیں۔ آگے چل کر اردو شمالی ہند پر بھی اپنا تسلط جمالیتی ہے اس عہد میں ہندوستانی عناصر اردو ادب کے قافلے میں شامل نظر آتے ہیں۔ میر کی مثنوی ہو یا شکار نامے ہر جگہ مقامی رنگ اور ہندوستانی فضا نظر آتی ہے حتیٰ کہ سودا کے قصائد کی بہاریہ تشبیب میں بھی یہی رنگ جھلکتا ہے۔ ہندوستانی مزاج، ہندوستانی رسوم، ہندوستان کے حالات، ہندوستان کے تاریخی اور سماجی حالات کی تصویر کشی سودا کے یہاں نظر آتی ہے۔ سودا اپنے اس مشہور شہر آشوب میں سماج کے ہر طبقے کی زندگی کا نقشہ کھینچتے ہیں۔

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جواں ہے
دعویٰ نہ کرے یہ کہ میرے منھ میں زباں ہے

غزل میں تصوف، ہندوستانی روایات، اپنے دور کے حالات کی رمزیہ انداز میں تصویر کشی، قصیدے میں سیاسی و سماجی حالات کی تفصیل سودا کے یہاں نظر آتی ہے۔

نظیر اکبرآبادی نے اردو ادب میں باقاعدہ نظم نگاری کی روایت قائم کی۔ ان کی نظموں کی بنیادی خصوصیت یہی ہے کہ انھوں نے اپنے دور کی زندگی کا احاطہ کرلیا ہے۔ ہندوستانی تہذیب، رسم و رواج، میلے اور تیوہار، کھیل تماشے، موسم، مناظر فطرت غرض کہ کوئی پہلو ان کے وسیع مشاہدے سے بچ نہیں سکا۔ یہی حال مرثیہ نگاروں کا ہے۔ ہر چند کہ انیس و دبیر کے مرثیے واقعات کربلا سے متعلق ہیں اور ان کے کردار عربی ہیں لیکن ان کی روح ہندوستانی ہے۔ مثنوی بھی ہندوستانی عناصر سے عاری نہیں ہیں۔ سحرالبیان، گلزار نسیم، زہر عشق میں بھی ان کی جھلک قدم بقدم پر نظر آتی ہے۔ غرض کوئی صنف سخن ایسی نہیں جو ہندوستانی رنگ میں رنگی ہوئی نہ ہو۔

قدیم اردو شعرا نے ہندوستان کی رسموں، تیوہاروں، عادتوں کا ذکر اس محبت اور خلوص سے کیا ہے کہ ان کی وطن دوستی کسی طرح مشکوک نہیں ہوسکتی۔

نظیر اکبرآبادی کو ہندوستان کے ذرہ ذرہ سے عشق تھا۔ ہندوستانی مزاج و معاشرت سے نظیر کو فطری مناسبت تھی۔ نظیر کی 'آدمی نامہ'، 'روٹی نامہ' اور 'بنجارہ نامہ' جیسی نظمیں اپنے عہد کے عوام کی بلاتفریق مذہب و ملت بھرپور نمائندگی کرتی ہیں۔ ہولی، دیوالی، دسہرہ،

بسنت وغیرہ پر جو نظمیں کہی ہیں یہ سب ان کی وسیع المشربی حب الوطنی اور رواداری کی مظہر ہیں۔

اس وقت تک ہندوستان کی غلامی اور آزادی کا مسئلہ نہیں تھا پھر بھی وہ وطنی چیزوں کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ وہ اسی ملک کی خاک سے اٹھے تھے۔

آزادی کی تحریک اور سماجی بیداری میں اردو شعر وادب کا زبردست ہاتھ رہا ہے۔ جب ہندوستان غلام ہو گیا اور اس کو اس غلامی کا احساس ہوا اس وقت قومیت نے جنم لیا جس نے معمولی چنگاری کی طرح ظاہر ہو کر آگ کی شکل اختیار کر لی اور غیر ملکوں کو ہندوستان سے نکل جانے پر مجبور کر دیا۔ اس لیے اس جذبے کے اصل نشو ونما کا زمانہ غدر ۱۸۵۷ء کے بعد شروع ہوتا ہے۔

اردو شاعری پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ آزادی کے موجودہ تصور تک پہونچنے میں جتنی منزلیں ہندوستانی سماج نے طے کی ہیں اتنی ہی ہمارے ادب نے بھی طے کیے ہیں زندگی کی ضرورتوں کا احساس جس رفتار سے بڑھا اتنی رفتار سے اردو شاعری کا آزادی کا تصور بھی بدلا۔

۱۸۵۷ء سے بہت پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی کی دست درازی اور ہندوستانیوں کے استحصال کا احساس اردو کے شعرا کو ہونے لگا تھا۔ مثلاً میر تقی میر کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

دلی میں آج بھیک بھی ملتی نہیں انھیں
تھا کل تلک دماغ جنھیں تخت و تاج کا

میر نے اپنے دور کے معاشرے کے خلاف بغاوت بلند کیا۔ وہ اپنے عہد کے زوال آمادہ نظام کے پہلو پر نظر رکھتے ہیں۔ دلی کی خرابی کا یہی احساس میر کے دلگداز قطعوں میں بھی کروٹیں لیتا نظر آتا ہے۔

اس کو فلک نے لوٹ کے ویران کر دیا
ہم رہنے والے ہیں اسی اُجڑے دیار کے

میر کی مثنوی 'دریائے عشق' سے ان کی وطن دوستی ظاہر ہوتی ہے۔

سودا کے ہجویات میں قدم قدم پر اپنی مٹتی ہوئی تہذیب اور دلی کی تباہی اور تاراجی کے نقشے نہایت پُر تاثیر لہجے میں کھینچے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں بطور خاص ان کا قصیدہ 'شہر آشوب' بھی لائق ذکر ہے۔

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جواں ہے
دعویٰ نہ کرے یہ کہ میرے منھ میں زباں ہے

سودا نے اپنے دور کے حالات کی تصویر کشی میں دلی کو ایک طرح سے علامت بنایا ہے دلی سے محبت ہندوستان سے محبت ہے۔

جہاں آباد تو کب اس ستم کے قابل تھا
مگر کبھو کسی عاشق کا یہ نگر دل تھا

مصحفی کا مشہور مقطع ہے۔

ہندوستاں میں دولت و حشمت جو کچھ کہ تھی
کافر فرنگیوں نے بہ تدبیر کھینچ لی

زمانے کی پریشان حالی اور عوام کی بے چینی کے یہ مرقعے دراصل اس دور کے شاعروں کی وطن سے گہری محبت کے غماز ہیں۔

۱۸۵۷ء میں ہندوستانیوں نے پہلی بار بڑے پیمانے پر برطانوی حکومت سے اپنی بیزاری کا اظہار کیا اور فوج نے اس کے خلاف ہتھیار اٹھائے۔ اس عہد کی شاعری میں ان کے بڑے واضح نقوش ملتے ہیں۔ مثال کے طور پر مرزا غالب کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے
زہرہ ہوتا ہے آب انساں کا

چوک جس کو کہیں وہ مقتل ہے
گھر بنا ہے نمونہ زنداں کا

اس طرح محسوس ہوتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے بعد اردو کے شاعر صرف دہلی کی تباہی اور بربادی کا رونا ہی نہیں روتے بلکہ اب سرکشی اور احتجاج کی لے میں قدرے شدت آگئی ہے۔

انجمن پنجاب کے قیام کے بعد سے جدید نظم نگاری کی ابتدا ہوئی۔ مولانا آزاد اور حالی نے عنوانی نظم کی بنیاد ڈال کر اردو شاعری کو زندگی کا ترجمان بنایا۔ آزاد کی 'ابر کرم' اور 'زمستاں' میں اور حالی کی 'برکھارت' میں ہندوستانی موسم کی عکاسی ملتی ہے۔ یہ دور صرف منظر نگاری تک محدود نہ رہا بلکہ اس دور ہی سے اردو شاعری براہ راست وطنیت اور قومیت کے جذبے سے سرشار ہونے لگی تھی۔

آزاد اور حالی نے اہل وطن کو حق و انصاف، اتحاد و یکجہتی اور وطن پرستی کی جانب راغب ہونے کی دعوت دی۔

حالی نے دہلی کا مرثیہ لکھ کر انگلستان کی اور ہندوستان کی آزادی اور غلامی کا تقابل کر کے وطنی شعور کو پختہ کیا۔ حالی کا اہم ترین کارنامہ ان کی مثنوی 'حب وطن' ہے جس میں وطنیت کے جدید شعور اور ہندوستانیوں کو ایک متحدہ قوم ہونے کا احساس دلایا گیا اور واضح الفاظ میں قومی یکجہتی کا سنگ بنیاد نظر آتا ہے۔

حالی کہتے ہیں۔

اے وطن اے میرے بہشت بریں
کیا ہوئے تیرے آسمان و زمیں

کیا زمانے کو تو عزیز نہیں
اے وطن تو تو ایسی چیز نہیں

حالی چاہتے ہیں کہ وطن کی جبیں پر چمکنے والی روشنی تاریکیوں کے تمام پردوں کو چاک کر کے نمودار ہو اور اہل وطن کے دلوں پر

چھائے اندھیروں کو دور کرو ے۔

اسمٰعیل میرٹھی نے ہندوستانی موسموں، فضاؤں کا ذکر جس طرح کیا اس سے ان کی وطن دوستی کا احساس ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں ان کی نظم گرمی کا موسم، برسات کی رات، شفق وغیرہ قابل ذکر ہے۔ وہ کس قدر سرزمین ہند سے عقیدت رکھتے تھے ان کی نظم صبح کی آمد سے ظاہر ہوتا ہے۔

یہ چڑیاں جو پیڑوں پہ ہیں غل مچاتی
ادھر سے اُدھر اُڑ کے ہیں آتی جاتی
دموں کو ہلاتی پروں کو پھیلاتی
مری آمد آمد کے ہیں گیت گاتی
اٹھو! سونے والوں کہ میں آ رہی ہوں

حالی، آزاد اور اسمٰعیل میرٹھی جیسے شعرا کی شاعری کا تعلق ہندوستانی تہذیب و تمدن، حب وطن سے محض شعوری نہیں تھا بلکہ ان کی روح کا حصہ بن چکا تھا۔

حالی، آزاد اور اسمٰعیل میرٹھی کے کلام میں حب الوطنی کا بہت ابتدائی تصور ملتا ہے۔

شبلی کے بنیادی انداز فکر کا نمونہ ان کی مشہور نظمیں 'صبح امید' اور 'تماشائے عبرت' پیش کرتی ہے۔

قوم نے ایک اور انگڑائی لی تو حب وطن کے اسی خام تصور کے بطن سے آزادی کا وہ تصور پیدا ہوا جو اقبال و چکبست اور ابتدائی بیسویں صدی کے دوسرے شعرا کے کلام میں جھلکتا ہے۔

سرور جہاں آبادی کی حب الوطنی مذہبی امتیازات کو مٹا کر پورے ہندوستان کو دیکھتی ہے۔ سرور نے 'بندے ماترم' لکھ کر وطن کی تعریف کی اور پدمنی اور چتوڑ کی گذشتہ عظمت پر انھوں نے نظم لکھی۔ سرور 'عروس حب وطن' میں کہتے ہیں۔

گنگا نہائے شیخ، اگر تیرا اذن ہو
تیرا اشارہ ہو تو برہمن کرے وضو

یہی وہ دور تھا جب انڈین نیشنل کانگریس قائم کی جا چکی تھی اور جدوجہد آزادی کی دھن میں حریت پسندوں کا قافلہ مخصوص راہ پر گامزن ہو چکا تھا، اس دور میں جن شاعروں کے نام خصوصیت کے ساتھ لیے جا سکتے ہیں، ان میں اقبال، چکبست، ظفر علی خاں، حسرت اور جوش ہیں۔

چکبست اردو کے پہلے شاعر ہیں جنھوں نے وطن دوستی کو عظیم ترین قدر کی حیثیت سے اختیار کیا۔

چکبست بھی گنگا جمنی تہذیب کے عاشق تھے، اپنے عشق کا اظہار انھوں نے اپنی نظم 'حب قومی' کے عنوان سے ۱۸۹۴ء میں کیا۔ حب الوطنی کے جذبات سے بھری ان کی مشہور نظم 'خاک ہند' میں ہندوستان کی عظمت کا بیان ملتا ہے۔

اے خاک ہند تیری عظمت میں کیا گماں ہے

دریائے فیض قدرت تیرے لیے رواں ہے

وہ ہوم رول چاہتے تھے مگر اس ہوم رول میں بھی قومی وحدت کے تصورات کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔

یہ خاک ہند سے پیدا ہیں جوش کے آثار
ہمالیہ سے اُٹھے جیسے ابر دریا بار
لہو رگوں میں دکھاتا ہے برق کی رفتار
ہوئی ہیں خاک کے پردے میں ہڈیاں بیدار
زمیں سے عرش تلک شور ہوم رول کا ہے
شباب قوم کا ہے، زور ہوم رول کا ہے

وطن کا راگ، فریادِ قوم، ہمارا قوم، ہمارا وطن دل سے پیارا وطن، وطن کو ہم وطن ہم کو مبارک وغیرہ میں حب الوطنی کے جذبات ظاہر طور پر نظر آتے ہیں۔

بیسویں صدی میں سودیشی تحریک شروع ہوئی۔ اس عہد کے مسائل کو حل کرنے کے لیے اکبر نے طنزیہ و مزاحیہ شاعری کے وسیلے سے برٹش راج کے خلاف ہندوستانی قوم میں حریت اور عزت نفس کے جذبات پیدا کیے۔ اکبر اپنے طنزیہ لہجے سے غفلت کی ماری قوم کو جھنجھوڑنا چاہتے تھے۔ ان کی نظم کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیں۔

بہت ہی عمدہ ہے اے ہم نشیں برٹش راج
کہ ضابطہ بھی ہیں ہر طرح کے اصول بھی ہیں

ہندوستان کی مکمل آزادی کا نعرہ سب سے پہلے بلند کرنے والا، عدم تعاون کا نظریہ اور سودیشی تحریک کا تصور ملک و قوم کو دینے والا یہ جانباز مجاہد ایک بلند مرتبہ شاعر بھی تھا اور یہ مشہور مطلع حسرت ہی کا ہے۔

ابھی تم کو سمجھے نہیں اہل مغرب
بتا دو انھیں گرمِ پیکار ہو کر

رام پرساد بسمل کے مندرجہ ذیل شعر نے ہندوستان کی تحریک آزادی کے سپاہیوں کے دلوں میں گرمی اور جوش بھر دیا تھا۔

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

ہندوستان کی آزادی کے لیے اپنے سر دھڑ کی بازی لگا دینے والے جانباز مجاہدین میں انقلاب زندہ باد کے نعرے ہی کے طرح علامہ اقبال کا قومی ترانہ بھی مقبول رہا جس کا مطلع ہے۔

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہے اس کی یہ گلستاں ہمارا

اقبال کی ترانہ ہندی، نیا شوالہ، ہندوستانی بچوں کا قومی گیت، بچے کی دعا وغیرہ نظمیں ان کی حب الوطنی کا ثبوت پیش کرتی ہیں۔

رلاتا ہے تیرا نظارہ اے ہندوستان مجھ کو
کہ عبرت خیز ہے تیرا فسانہ سب فسانوں میں

اقبال نے ابتدا میں تصویر درد، صدائے دل اور ہمالہ جیسی نظمیں تخلیق کیں جن میں ان کے وطنی جذبے کو دکھایا جا سکتا ہے۔ 'ہندوستانی بچوں کا قومی گیت' میں وطن سے گہری عقیدت نظر آتی ہے۔

چشتی نے جس زمیں پہ پیغام حق سنایا
نانک نے جس چمن میں وحدت کا گیت گایا
تاتاریوں نے جس کو اپنا وطن بنایا
جس نے حجازیوں سے دشت عرب چھڑایا
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے

ہماری تحریک آزادی کا ایک اہم اور روشن مینار خلاف تحریک بھی ہے۔ایک زمانہ تھا جب ہندوستان کے قومی نعروں میں یہ نعرہ بھی شامل تھا۔

بولیں اماں محمد علی کی جان بیٹا خلافت پہ دے دو

خلافت تحریک کے بانی مولانا محمد علی جوہر تھے۔ابتدائی دور میں گاندھی جی کی قیادت کے لیے راہ ہموار کرنے والے اور جامعہ ملیہ اسلامیہ جیسے قومی تعلیمی ادارے کی داغ بیل ڈالنے والے اس جیالے رہنمائے قوم کے اشعار بھی تحریک آزادی میں نئی جلا پھونکتے رہے ہیں۔

خاک جینا ہے اگر موت سے ڈرنا ہے یہی
ہوس زیست ہو اس درجہ تو مرنا ہے یہی

ابھی تک خیر ہے لیکن بہار آنے دے اے بلبل
بلا لائے گا تیرے سر پہ ہر غنچہ گلستاں کا

اس دور کے ممتاز شاعروں میں جوش ملیح آبادی بھی قابل ذکر ہیں۔جوش کے جذبۂ وطنیت کا اندازہ ان کی نظم 'اے وطن پاک وطن، روح روانِ احرار، غریب الوطن اور الوداع' جیسی نظموں سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔

آ گلے مل لیں خدا حافظ وطن
اے امانی گنج کے میدان اے جان وطن

ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست حیدرآباد میں آزادی کے نغمے گانے کی سعادت مخدوم محی الدین کے حصے میں آئی جنھوں نے

'آزادیِ وطن'، 'انقلاب' اور 'جنگِ آزادی' جیسی متعدد نظمیں لکھ کر عوام میں سیاسی شعور بیدار کیا۔ 'جنگِ آزادی' کا ایک جزو بطورِ مثال حاضر ہے:

یہ جنگ ہے جنگِ آزادی　　آزادی کے پرچم کے تلے
ہم ہند کے رہنے والوں کی　　محکوموں کی، مجبوروں کی
آزادی کے متوالوں کی　　یہ جنگ ہے جنگِ آزادی
آزادی کے پرچم کے تلے

آزادی کے گیت گاتے ہوئے مخدوم کے ساتھ بہت سے دوسرے ترقی پسند شعرا کی آوازیں بھی سنی گئیں۔ ترقی پسند شاعروں کے سرتاج فیض احمد فیض نے اپنی نظم نثار میں تری گلیوں میں اعلان کیا۔

نثار میں تری گلیوں کے اے وطن کہ جہاں
چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے
جو کوئی چاہنے والا طواف کو نکلے
نظر چرا کے چلے، جسم و جاں بچا کے چلے

اختر الایمان کی 'نقش پا'، فیض کی 'مجھ سے پہلی سی محبت مرے محبوب نہ مانگ'، مجاز کی 'اندھیری رات کا مسافر'، 'ایک سفید پوش انگریز'، 'نوجوان سے'، 'سرمایہ داری'، 'ایک جلاوطن کی واپسی'، 'مزدوروں کا گیت'، 'رات اور ریل'، ن۔م۔راشد کی 'انسان'، 'دریچے کے قریب'، 'اظہار'، سلام مچھلی شہری کی 'جنگل کا ناچ'، 'سات رنگ' مقبول نظمیں ہیں۔ شمیم کرہانی کی نظم 'قومی سپاہی کا گیت'، 'جوان جذبے'، 'اشترا کی جھنڈا' علی جواد زیدی کی 'ہولی'، 'تم پوچھ رہی ہو کیا ہوگا'، 'میری راہ'، 'حیات' وغیرہ نظموں میں حب الوطنی کے جذبات نمائندہ طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ دراصل ترقی پسندی کا پورا رجحان اور اس کی بنیاد ہی قومی یکجہتی پر ہے اور ان کے افکار میں زندگی کے بنیادی مسائل واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ جگن ناتھ آزاد نعرۂ جے ہند کس بانکپن کے ساتھ لگاتے ہیں۔

آج پھر سے ملک کے لاکھوں جواں بیدار ہیں
سونے والے جاگ اپنے خواب کی تعبیر دیکھ
حریت کی راہ میں مٹنے کو سب تیار ہیں
آج پھر ہے بے نیام اس ملک کی شمشیر دیکھ
حبِ قومی کے ترانوں سے ہوا لبریز ہے
اور توپوں کی دنادن سے فضا لبریز ہے

بالآخر ہمارے شاعروں کی یہ مشترکہ آرزو پوری ہوئی اور ۱۵ راگست ۱۹۴۷ء کو اپنے قومی رہنماؤں کی سربراہی میں ہندوستانی عوام نے آزادی کی سنہری منزل پائی۔ اس موقع پر بھی اردو کے البیلے شاعروں نے فتح و نصرت کے نغمے سرشارانہ لہجے میں خوب خوب گائے ہیں۔

اقبال سہیل نے کہا:

اب دورِ مسرت آنے دو، قومی پرچم لہرانے دو
جاتی ہے غلامی جانے دو، صدیوں کا دلدر جاتا ہے
ہم تم کو بسر کرنا ہے یہیں، جینا ہے یہیں مرنا ہے یہیں
اٹھو یہ چمن شاداب کرو، وہ غاصب خود سر جاتا ہے

تلوک چند محروم نے آزادی کی مبارکباد دیتے ہوئے اہلِ وطن کو یہ ہدایت بھی فرمائی کہ وہ ملک وقوم کی خدمت کے لیے کمر بستہ ہو جائیں کہ یہ مرحلہ جنگِ آزادی سے کم دشوار گزار نہیں ہے۔

اربابِ وطن تم کو مبارک ہو یہ محفل
ہاں جشن منا لو کہ ہے موقع اسی قابل
ہونا نہ کہیں جوشِ طرب میں کبھی غافل
تخریب تو آسان تھی تعمیر ہے مشکل
ہے سامنے منزل ابھی کل سے بھی کٹھن آج

اردو شاعری میں حب الوطنی

تنویر فاطمہ

سابق طالبہ

حمیدیہ گرلز ڈگری کالج، پریاگ راج

قدیم شاعری میں ایک محدود پیمانہ پر حب الوطنی کے جذبات موجود تھے۔ اس وقت حُبّ وطن کا تصور ہمارے دوسرے سماجی اور تہذیبی تصورات کی طرح نجی اور شخصی نوعیت کا تھا۔ چنانچہ دِلّی کی تباہی کے بعد متعدد شعراء نے اس کا پُر درد مرثیہ لکھا ہے۔ مثلاً سوداؔ کہتے ہیں۔

باغ دلی میں جو اک روز ہوا میرا گزر
نہ وہ گل ہی نظر آیا نہ وہ گلشن نہ بہار
نخل بے بار پڑے سوکھی پڑی ہیں روشیں
خاک اڑتی ہے ہر اک طرف پڑے ہیں خس و خار

میر مہدی مجروح کے چند اشعار۔

ذکر بربادی دہلی کا سنا کر ہمدم
نیشتر زخم کہن پہ نہ لگانا ہرگز
آب رفتہ نہیں پھر بحر میں بھر کر آتا
دہلی آباد ہو یہ دھیان میں نہ لانا ہرگز

وسیع پیمانہ پر جدید وطنی شاعری پر نظر ڈالیں تو اس کی بنیاد سب سے پہلے مولانا حالیؔ نے ڈالی اور ۱۸۷۴ء میں انجمن پنجاب کے مشاعرہ میں ایک مثنوی 'حب الوطن' کے نام سے پڑھی جس میں قدیم و جدید وطنی شاعری کے فرق کو نہایت واضح طور پر نمایاں کیا۔ اس مثنوی میں حب الوطنی کی جدید حقیقت کو اس طرح بتایا کہ۔

قوم پر کوئی زد نہ دیکھ سکے — قوم کا حال بد نہ دیکھ سکے
قوم سے جان تک عزیز نہ ہو — قوم سے بڑھ کے کوئی چیز نہ ہو

غرض کہ حالیؔ نے ہندوستانیوں کی غفلت، غلامی اور مظلومی کا راگ بڑے درد سے چھیڑا اور وطنیت کے احساس کو قومی شعور دیا۔

مولوی محمد حسین آزاد نے بھی جو انجمن کے مشاعرہ میں حالیؔ کے شریک تھے۔ وطنی شاعری کا دوسرا نمونہ قائم کیا جس میں قدیم وطنی محبت کی تردید کی اور پھر جدید وطن دوست شخص کی امتیازی خصوصیات یہ بتائیں ۔

رکھتا جو سب پہ لطف و کرم کی نگاہ ہو
اور دل سے ہر بشر کے لئے خیر خواہ ہو

آوارۂ سفر ہو کہ موجود گھر میں ہو
ہاتھ اپنا جیب نفع میں ہو یا ضرر میں ہو

ہر حال میں رہے اسے اہل وطن عزیز
اور ہوویں نیک و بد روش جان وتن عزیز

اس کے بعد جدید وطنی شاعری میں اور بھی وسعت پیدا ہوئی چنانچہ جدید تعلیم کی اشاعت کے بعد جب اہل وطن کو نظر آیا کہ اس رہ میں خود ہمارا قدیم علمی و مذہبی سرمایہ بھی بہا چلا جا رہا ہے تو ان کی حفاظت بھی حب الوطنی کے جذبات میں شامل ہوئی اور چکبست نے ۱۹۰۵ء میں ہندوستان کی قدیم عظمت کی نوحہ خوانی کی۔

کچھ کم نہیں اجل سے خواب گراں ہمارا
اک لاشِ بے کفن ہے ہندوستان ہمارا

علم وکمال و ایمان برباد ہو رہے ہیں
عیش وطرب کے بندے غفلت میں سو رہے ہیں

وطنی شاعری میں چکبست کی 'خاک ہند'، 'ہمارا وطن دل سے پیارا وطن' اور 'وطن کو ہم وطن ہم کو مبارک' جیسی نظموں کو ہمیشہ اونچا مرتبہ حاصل رہے گا۔

اس کے علاوہ تاریخی حیثیت سے بھی وطن محبت کا جذبہ نہایت پُر جوش اور پُر فخر جذبہ ہے اور علامہ اقبال نے اس ترانے کو نہایت جوش و مسرت کے ساتھ گایا ہے۔

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

اقبال کی وطنی شاعری کا سلسلہ 'ہمالہ' سے شروع ہو کر 'بانگ درا' کی کئی نظموں تک جاری رہتا ہے۔ قومی اتحاد کے موضوع پر 'نیا شوالہ' جیسی بے مثل نظم بھی لکھتے ہیں۔

غرض کہ بیسویں صدی کے آغاز میں حالی، اقبال اور چکبست کے کلام کے اثر سے اردو شاعری کا دل وطنی اور قومی تحریکوں کی تال پر دھڑکنے لگتا ہے۔

بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں ہندوستان کے مزدوروں اور کسانوں میں بیداری کے آثار پیدا ہوئے۔ اقبال ہی اردو کے پہلے شاعر ہیں جنھوں نے کسانوں اور محنت کشوں کا درد محسوس کیا اپنی نظم ''فرشتوں کے گیت'' میں کہتے ہیں۔

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

حسرت نے بھی اشتراکی نظریہ کو ترقی پسند تحریک سے پہلے ہی قبول کرلیا تھا۔ آپ نے اپنے کلام میں محنت کش طبقے سے اپنی ہمدردی کا اظہار کیا۔

ہندوستان میں انجمن ترقی پسند مصنفین کی بنیاد بین الاقوامی تحریکوں کے اثر سے ۱۹۳۶ء میں پڑی جس میں تو مشق ادیبوں کا ایک بڑا گروہ شامل ہوا۔ شاعروں میں مجاز، جذبی، مخدوم، علی سردار جعفری، جاں نثار اختر، علی جواد زیدی، مسعود اختر جمال، اختر انصاری، مجروح، سلام مچھلی شہری وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

۱۹۳۶ء کے بعد سیاسی آزادی کے معنی معاشی کے ہو گئے تھے۔ اور یہ زمانہ ایسا تھا کہ جس میں ملک ایک طرف آزادی کی منزل سے قریب ہو رہا تھا۔ تہذیبی مسائل نے خطرناک تفریقی شکل اختیار کر کے وطن دوستی، آزادی اور ادب کی قدروں کو بری طرح ابھار دیا تھا اور ترقی پسندوں کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے ہماری وطنیت کے دھارے وسیع بنیادوں پر استوار کئے۔ وطن سے محبت اور ماحول کی سخت گیری کے خلاف نفرت کا جذبہ گھر گھر پہنچا اور اردو شاعری دردمند دل کی فریاد بن گئی۔

جوش کی مشہور نظم 'شکست زنداں کا خواب' جس میں ہندوستان کی تحریک آزادی کے عوامی پہلو، برطانوی حکومت کے جبر و استبداد اور اس سے پیدا ہونے والے ہیجان کو پیش کیا۔

اس طرح کی نظموں نے مجاہدانہ شاعری کی بنیاد ڈالی جس کا اثر ترقی پسند شاعروں کی پوری نسل پر پڑا۔

فیض کی شاعری کا خمیر ''صورت جاناں'' اور ''شورش دوراں'' کے امتزاج سے تیار کیا ہوا تھا۔ ان کی دردمندی اور وطنی آرزومندی کی بہترین مثالیں ان کی نظم ''مجھ سے پہلی سی محبت میرے محبوب نہ مانگ''، ''رقیب سے''، ''بول''، ''میرے ہمدم میرے دوست'' ہیں۔ آپ کے سحر اسلوب کے ذریعے وطن اور آزادی کا تصور ایک حسین محبوب بن کر دل و دماغ پر چھا جاتا ہے۔

مجاز نے اپنی البیلی آواز سے وطن دوستی کو نیا آہنگ دیا۔ آپ کی شاعری میں جذبۂ آزادی والہانہ طور پر سامنے آتا ہے۔ 'انقلاب'، 'مطرب'، 'مزدور'، 'نوجوان سے' اور 'جھنڈا' میں انقلابی رنگ دیکھنے کو ملتا ہے انھیں انقلاب کا مطرب کہا گیا ہے۔ نظم 'انقلاب' سے ایک بند ملاحظہ ہو۔

رنگ بدلنے کو ہے مزدوروں کا جوش انتقام	ختم ہو جائے گا یہ سرمایہ داری کا نظام
خون بن جائے گی شیشوں میں شراب لالہ گوں	گر پڑیں گے خوف سے ایوان عشرت کے ستوں

جذبی ہندوستان کی روح میں بسی ہوئی یاس پسند فضا کے ترجمان ہیں۔ ان کے یہاں بیرونی سامراج کی ناانصافیاں سوز دل میں ڈوبی ہوئی فریاد بن کر ظاہر ہوتی ہے۔

علی سردار جعفری نے انقلابی شاعری کو نئی توانائی دی۔ 'نئی دنیا کو سلام'، 'اختر شیرانی'، 'ہلکی' ان کی بہترین نظمیں ہیں۔ یہ اردو شاعری کی روحانیت کے ایک نئے دور کا پتا دیتی ہے۔ انھوں نے اردو شاعری کو انقلابی مضامین دئے۔ انھیں وقار اور حسن بخشنے کی سعی کی۔

مخدوم کے یہاں بھی فیض کا سا جمالیاتی رچاؤ ہے۔ 'مشرق'، 'انقلاب'، 'کہو ہندوستان کی جے'، 'مستقبل' اور 'جہان نو' ان کی مشہور نظمیں ہیں۔

سلام مچھلی شہری نے وطن اور آزادی کے ترانے خلوص اور سوز کے ساتھ گائے ہیں۔

ساحرلدھیانوی کی انقلابی شاعری کی امتیازی شان اس کی روانی اور نغمگی ہے۔میرے گیت،' آواز دم'،' کچھ باتیں' اور' کل اور آج' ان کی بہترین نظم ہے۔

اس دور میں ہندوستانی زندگی کے دردو کرب کی عکاسی اور جذبۂ آزادی کی ترجمانی صرف ترقی پسند شاعروں تک محدود نہ تھی۔اردو کے بعض دوسرے شاعر بھی جو ترقی پسند تحریک کے پیرنہیں تھے جس میں خاص یہ ہیں۔آزاد انصاری،جگت موہن لال رواں،اقبال سہیل،اثر لکھنوی،امیر مینائی،حفیظ جالندھری وغیرہ ان کے بعد جمیل مظہری،آنند نرائن ملا،آل احمد سرور وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آزاد انصاری نے اپنی نظم 'پیغام وطن' میں طبقۂ حکام کی بے خبری اور ان کی حکومت پر چوٹ کرتے ہوئے کہا

لب پر آہ سرد بھی ہے یا نہیں
دل میں قومی درد بھی ہے یا نہیں

رواں کا شعر ملاحظہ ہو

چند مظلوم زن و مرد کچھ اجڑے ہوئے گھر
سرخیاں ہیں یہ مری قوم کے افسانوں کی

افسر میرٹھی نے سرمایہ داری کی برائیاں عام کیں،اثر لکھنوی کے ہاں بھی وطن دوستی کا جذبہ نمایاں ہے۔ان کی نظموں میں' یادۂ محبت وطن' بہترین نظم ہے۔حفیظ جالندھری اہل وطن کو بیداری اور تعمیر و ترقی کا پیام دیتے ہیں۔آزادی کے گیت گاتے ہیں۔وطنی نظموں میں 'قریب آزادی' بہترین نظم ہے۔

آنند نرائن ملا کی انسان دوستی کا ایک تقاضا یہ ہے کہ اپنا وطن سامراج کے شکنجے سے آزاد ہو۔جمیل مظہری کی نظمیں 'اے مرد جواں چل'،' مزدور کی بانسری' وطن سے ان کی گہری محبت کا پتا دیتی ہے۔

ترقی پسند میں نظموں کو بڑا فروغ ملا مگر ساتھ ہی ساتھ غزل بھی اس دور میں پنپتی رہی جن میں یہ شعرا جگر مرادآبادی،فراق گورکھپوری،فیض،جذبی،اور مجروح سلطان پوری قابل ذکر ہیں۔جگر سراپا ایک غنائی شاعر ہیں۔فراق ترقی پسند کے ایک اولین علمبرداروں میں ہیں۔آپ آزادی کے پرستار ہیں۔غزلوں کے ساتھ۔ساتھ نظموں میں بھی وطنی جذبے کا اظہار کیا اور' آزادی' اور' زمانے کا چیلنج' جیسی نظمیں لکھیں۔ان کی تغزل کا حسن بھی برقرار رکھا۔

لہو وطن کے شہیدوں کا رنگ لایا ہے
اچھل رہا ہے زمانے میں نام آزادی

غرض کہ جس دور کی شاعری کا جائزہ پیش کیا قومی تحریک کی انتہائی شدت کا زمانہ تھا اور ہمارے شاعروں میں اکثر انقلاب کی رفتار کے ساتھ تھے۔اور کئی ہندوستان کی جنگ آزادی میں عملاً شامل بھی تھے اور وطنی شاعری میں آزادی وطن کا ذکر کیا۔تمام شعراء نے وطن کی آزادی کے تخیل کو واضح اور جاندار بنایا اور ان کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہ ہوئی اور اپنے اہل وطن کی آزادی کے عقیدے پر چٹان بنے ڈٹے رہے۔

اردو شاعری میں حب الوطنی

کنیز فاطمہ

سابق طالبہ

حمیدیہ گرلز ڈگری کالج، پریاگ راج

اردو ادب کی تاریخ پر اگر نظر ڈالی جائے تو یہ تسلیم کرنا غلط نہیں ہوگا کہ اردو زبان ہمیشہ سے پیار و محبت کی زبان رہی ہے اس زبان میں جو شیرینی اور اثر انگیزی ہے وہ لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ شاعری انسانی جذبات و احساسات کی آئینہ دار ہے وہ اپنے ماحول سے اثر انداز ہو کر انسانی اقدار کی عکاسی کرتی ہے تاہم اردو شاعری بھی اپنے عصری ماحول سے متاثر رہی اور اس نے ہر دور اور ہر ضرورت میں اپنی ذمہ داری اور تقاضوں کو بخوبی ادا کیا ہے۔

اس میں نہ صرف حسن و عشق کی حکایتیں، گل و بلبل کی داستانیں، شمع اور پروانوں کے قصے ہیں بلکہ اس نے اپنے ملک کی سیاسی، تہذیبی اور ثقافتی تقاضوں کو بھی بحسن و خوبی پورا کیا ہے چنانچہ اردو شاعری میں اتحاد و مساوات کا پیغام، وطن پرستی کے جوہر، وطن کے ترانے حب الوطنی کے جذبات وغیرہ کثرت سے ملتے ہیں۔

اردو شاعری میں ایسے سینکڑوں شاعر ہیں جنھوں نے اپنے محبوب وطن ہندوستان کی عظمت و رفعت میں ایسے دلکش اور جذبات آمیز ترانے گائے ہیں جن میں اپنے ملک سے والہانہ محبت و عقیدت اور وطن پرستی کے جذبات ظاہر ہوتے ہیں۔

ایسے وطن پرست شعرا میں علامہ اقبالؔ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے جنھوں نے ایک ایسا شاہکار ترانہ ہندوستان کی عظمت و بزرگی میں گایا جس کا آج تک ثانی نہیں۔

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہیں ہندوستاں ہمارا

یہ ترانہ آج بھی ہر ہندوستانی بڑے ناز سے گا کر اپنے وطن کی عظمت کو چار چاند لگاتا ہے۔

اس طرح اردو کے مایہ ناز شاعر برج نرائن چکبستؔ جنھوں نے اپنے وطن کی شان و توقیر میں بڑی خوبصورت اور حب الوطنی کے جذبات سے سرشار نظمیں کہیں ہیں جو ان کو ایک سچا وطن پرست ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

'خاکِ ہند' نظم میں چکبستؔ کے دلی جذبات کی تصویر نظر آتی ہے۔

اے خاکِ ہند تیری عظمت میں کیا گماں ہے
دریائے فیضِ قدرت تیرے لیے رواں ہے

اردو شاعری میں مولانا حالیؔ ایک امتیازی حیثیت کے حامل ہیں جو اردو میں ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں وہ بہترین شاعر بھی ہیں۔ آپ کی بہت سی نظمیں وطن پرستی، اتحاد واخوت کا پیغام دیتی ہیں۔

تم اگر چاہتے ہو ملک کی خیر
نہ کسی ہم وطن کو سمجھو غیر

اردو شاعری میں اسمٰعیل میرٹھی اپنی مخصوص طرز کے لیے جانے جاتے ہیں اوران کی تمام تر نظمیں ہندوستانیوں کی اصلاح پرمبنی ہیں۔

پرچم اقبال ہے اس کا بلند
دولت وحشمت کا رواں ہے سمند

ایک عرصہ دراز تک ہندوستان غیروں کی دست ونگاہ میں رہا لیکن ہندوستانیوں کو غلامی میں رہنا کبھی گوارا نہ ہوا چنانچہ انقلابات پیدا ہوئے اور حصول آزادی کے لیے وطن کے جاں نثاروں نے ہزاروں صعوبتوں کو سہہ کر شہادتیں دے کر ایک دن حریت کا خواب پورا کیا اور آزادی کا جشن منایا۔

گلشنِ ہند میں ہر غنچہ و گل شاد ہے آج
شکر صد شکر کہ اپنا وطن آزاد ہے آج

حصول آزادی کے لیے محبانِ وطن نے زورِ بازو کے ساتھ ساتھ زورِ قلم کو آلۂ جہاد بنایا۔ ان میں اردو شاعروں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا لہٰذا اپنی نظموں میں روشنائی کی جگہ خونِ دل استعمال کیا اور آزادی کے متوالوں کو وہ جوش وخروش، ولولہ انگیزیاں ہمت وحوصلہ عطا کیا جس کے نتیجہ میں مادرِ ہند کو غلامی کی بیڑیوں سے رہائی حاصل ہوئی۔

الغرض ہندوستان کی تاریخ میں اردو کے ان وطن پرستوں کو ہمیشہ یاد کیا جاتا رہے گا جنھوں نے اپنے زورِ قلم سے اپنے وطن عزیز کی خدمت انجام دیں اور جن کی کوششوں کے سبب ہندوستان کو نہ صرف آزادی ملی بلکہ دنیا میں سرخروئی اور سربراہی بھی حاصل ہوئی۔

اپنی تحریر کے اختتام میں اردو کے مایہ ناز ادیب وشاعر پروفیسر جگن ناتھ آزاد کا یہ پیغام پیش کرتی ہوں۔

اک نیا ماحول اک تازہ سماں پیدا کریں
دوستو آؤ محبت کی زباں پیدا کریں
ہو سکے تو اندازِ گلستاں پیدا کریں
اپنے ہاتھوں سے نہ پھر دورِ خزاں پیدا کریں

☆☆☆

اُردو شاعری میں حب الوطنی

سفینہ زہرا

سابق طالبہ

حمیدیہ گرلز ڈگری کالج، پریاگ راج

حب الوطنی یعنی ہر اس آغوش سے محبت کہ جس سے انسان وابستگی پیدا کرے پھر وہ آغوش مادر ہو، آغوش دنیا ہو یا آغوش آخرت۔ انسان کا اپنا وجود اپنے بدن کی آغوش میں کمال حاصل کرتا ہے، لہٰذا بدن سے وابستگی کی بنا پر محبت کرتا ہے، پھر اپنی ماں کی آغوش میں پروان چڑھتا ہے، لہٰذا ماں سے محبت کرتا ہے۔ اسی طرح دنیا کے جس گوشے میں آنکھیں کھولتا ہے، جہاں کی فضا میں سانس لے کر پروان چڑھتا ہے اور جہاں کی مٹی کی خوشبو سے اس کی مشام جاں اُنسیت پیدا کر لیتی ہے، انسان اس جگہ کو اپنا وطن کہتا ہے اور اس سے اس قدر محبت کرتا ہے کہ دنیا کے کسی بھی کونے میں چلا جائے، مگر تار دل اسی خطہ ارض سے جڑے رہتے ہیں اور اسی محبت میں سرشار ہو کر کبھی اس کے حسن کی تعریف میں لب وا ہوتے ہیں تو کبھی یہی محبت غم کی صورت اختیار کر لیتی ہے جب وہ محبوب (وطن) کو کرب و افت میں دیکھتی ہے۔ نفس انسانی میں پنہاں حب الوطنی کا یہ جذبہ جو حقیقت میں خودی سے خدا تک کا سفر ہے، اس کو قدیم اور جدید شعرا کرام نے بھی بڑی خوبصورتی سے مختلف انداز میں قلم بند کیا ہے۔ کسی نے تعریفی کلمات کی شکل میں تو کسی نے وطن عزیز کے اجڑنے پر، اس کی زبوں حالی پر مرثیہ و نوحہ کی شکل میں تو کسی نے ماضی کی شاندار تاریخ اور حال کی بد حالی پر افسوس جتا کر تو کسی نے دار و رسن سے وطن کو بانہوں میں سمیٹ لینے کی آخری خواہش بتا کر۔

میں نے اپنے اس مقالے میں چند شعرا کے ان اشعار کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے جنہوں نے اپنے اشعار میں وطن عزیز کے اجڑنے، برباد ہونے کا ذکر کر کے نہ یہ کہ صرف درد کو بیان کیا ہے بلکہ وطن سے اپنی محبت کا ثبوت دیا ہے کہ کسی کی زبوں حالی کا درد بھی وہیں ہوتا ہے جہاں محبت اپنی معراج پر ہوتی ہے۔

مثال کے طور پر چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

قائم کا یہ شعر ملاحظہ ہو کیا ان سے حب الوطنی کی بو نہیں آتی۔

نہ جانے کون سی ساعت وطن سے بچھڑے تھے
کہ آنکھ بھر کے نہ پھر سوئے گلستاں دیکھا

اور اجڑنے کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

اُجڑے پڑے ہیں شہر میں ولے ولے مقام خوب
جن کی صفا سے جائیں تھے موتی عرق میں ڈوب

یہ وطن میں انقلاب لانے کا تصور اس کے حالات کو تبدیل کرنے کی کوشش اپنی محبت کا ثبوت دے رہی ہے۔

اختر شیرانی کے یہ چند اشعار ملاحظہ ہوں کہ جس میں ماضی کے اُسی وطن کی یاد کا کرب جھلک کر وطن سے محبت کا ثبوت دے رہے ہیں۔

او دیس سے آنے والے بتا!

او دیس سے آنے والے بتا! کس حال میں ہیں یاران وطن!

آوارۂ غربت کو بھی سنا! کس رنگ میں ہے کنعان وطن!

وہ باغ وطن، فردوس وطن، وہ سرو وطن، ریحان وطن!

مخدوم محی الدین کی نظم چاند تاروں کا بن (آزادی سے پہلے، بعد اور آگے)

موم کی طرح جلتے رہے ہم شہیدوں کے تن

رات بھر جھلملاتی رہی شمع صبح وطن

رات بھر جگمگا تا رہا چاند تاروں کا بن

تشنگی تھی مگر، پھر بھی سر شار تھے

پیاسی آنکھوں کے خالی کٹورے لیے

منتظر مرد و زن

غالبؔ کے یہ اشعار بھی اسی محبت اور درد کی ترجمانی کرتے ہیں۔

یاد تھیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں

لیکن اب نقش و نگار طاقِ نسیاں ہو گئیں

☆☆☆

جو جادۂ سر بکوئے تمنائے بے دلی

زنجیر پا ہے رشتۂ حب الوطن ہنوز

☆☆☆

ہندوستان سایۂ گل پائے تخت تھا

جاہ و جلال و عہد و وصال بتاں نہ پوچھ

اقبالؔ نے اپنے اشعار کے ذریعہ وطن عزیز کے حسن و جمال اور اس کی قدر و منزلت کی نشاندہی کی۔

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

☆☆☆

پتھر کی مورتوں میں سمجھا ہے تو خدا ہے

خاک وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے

جوش ملیح آبادی نے سرمایہ داروں کو للکارا غریبوں کی حمایت کی ان کے حق کے لیے آواز اٹھائی تو کیا ان کے اشعار سے حب الوطنی نہیں جھلکتی۔ یہ محبت ہی کا جوش تھا تو اشعار میں اتر کر سر پر چڑھ کر بولا۔

ایک دل اور یہ ہجوم سوگواری، ہائے ہائے!

یہ ستم اے سنگ دل سرمایہ داری ہائے ہائے

☆☆☆

تیری نظروں میں ہیں غلطاں وہ شقاوت کے شرار

جن کے آگے خنجر چنگیز کی مڑتی ہے دھار

☆☆☆

بے کسوں کے خون میں ڈوبے ہوئے ہیں تیرے ہاتھ

کیا چبا ڈالے گی او کمبخت ساری کائنات

☆☆☆

اِدّعائے پیروئ دین و ایماں اور تو

دیکھ اپنی کہنیاں جن سے ٹپکتا ہے لہو

☆☆☆

ہاں سنبھل جا اب، کہ زہرے اہل دل کے آب ہیں

کتنے طوفاں تیری کشتی کے لیے بیتاب ہیں

☆☆☆

یا میر تقی میر کے یہ اشعار حب الوطنی کی ترجمانی نہیں کرتے۔

دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے

یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا

☆☆☆

دِلّی کے نہ تھے کوچے اوراق مصوّر تھے

جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی

☆☆☆

اور یہ شعر بالخصوص کہ جو صرف نصیحت آموزی نہیں یا صرف مغلیہ سلطنت کی تاریخ ہی نہیں بیان کرتا بلکہ اس میں وطن کی زبوں حالی کا درد نظر آتا ہے کہ

شہاں کہ کحل جواہر تھی خاک پا جن کی
انہیں کی آنکھوں میں پھرتے سلائیاں دیکھی

یا سودا کا یہ شعر جو اس دور کی عکاسی کرتا ہوا نظر آرہا ہے جہاں اظہار خیال کرنا حکومت کے ظلم و ستم کے خلاف آواز اٹھانا گناہ تھا۔

ہم تو قفس میں آن کے خاموش ہو رہے
اے ہم صفیر فائدہ ناحق کے شور کا

نظیر اکبر آبادی اپنی نظموں میں وطن عزیز میں موجود غربت کو بیان کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہے کہ درد وہیں ہوتا ہے جہاں محبت ہوتی ہے۔ وہ ملک جو سونے کی چڑیا تھا افسوس وہاں کتنی غربت آ گئی اس کا اندازہ نظیر کے ان اشعار سے ہوتا ہے۔

پوچھا کسی نے یہ کسی کامل فقیر سے	یہ مہر و ماہ حق نے بنائے ہیں کاہے کے
وہ سُن کے بولا بابا خدا تجھ کو خیر دے	ہم تو نہ چاند سمجھے نہ سورج ہی جانتے

بابا ہمیں تو یہ نظر آتی ہیں روٹیاں

فیض کی نظم "صبح آزادی"، "ہم جو تاریک راہوں میں مارے گئے"، "نثار میں تری گلیوں پہ ـــــ" سب حب الوطنی کی دلیلیں ہیں جس میں وہ درد بیان کیا جا رہا ہے کہ وطن ابھی آزاد نہیں ہے ابھی اس کا تار کاوشوں کی ضرورت ہے، وہ یوں کہتے ہیں۔

یہ داغ داغ اُجالا، یہ شب گزیدہ سحر
وہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں
یہ وہ سحر تو نہیں جس کی آرزو لے کر
چلے تھے یار کہ مل جائے گی کہیں نہ کہیں
سنا ہے، ہو بھی چکا ہے فراق ظلمت و نور
سنا ہے، ہو بھی چکا ہے وصال منزل و گام
بدل چکا ہے بہت اہل درد کا دستور
نشاط وصل حلال و عذاب ہجر حرام
جگر کی آگ، نظر کی اُمنگ، دل کی جلن
کسی پہ چارۂ ہجراں کا کچھ اثر ہی نہیں
کہاں سے آئی نگار صبا، کدھر کو گئی
ابھی چراغ سر رہ کو کچھ خبر ہی نہیں

ابھی گرانیِ شب میں کمی نہیں آئی
نجاتِ دیدہ و دل کی گھڑی نہیں آئی
چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی

جاں نثار اختر

یہ دیش کہ ہندو اور مُسلم تہذیبوں کا شیرازہ ہے
صدیوں کی پرانی بات ہے یہ، پر آج بھی کتنی تازہ ہے
اے ارضِ وطن! مغموم نہ ہو پھر پیار کے چشمے پھوٹیں گے
یہ نسل و نسب کے پیمانے، یہ ذات کے درپن ٹوٹیں گے
اس وحدت، اس یک جہتی کی تعمیر کا دن ہم لائیں گے
صدیوں کے سنہرے خوابوں کی تعبیر کا دن ہم لائیں گے

چکبست

ساحلِ ہند سے جرّار وطن جاتے ہیں
کچھ نئی شان سے جاں بازؔ من جاتے ہیں
رن میں باندھے ہوئے شمشیر و کفن جاتے ہیں
تیغ زن، برق فگن، قلعہ شکن جاتے ہیں
سامنے اُن کے ظفر برہنہ پا چلتی ہے
اُن کی تلوار کے سائے میں قضا چلتی ہے

غرض کہ اردو شاعری پر حب الوطنی کے اثرات ہر دور ہر عہد میں محسوس کر سکتے ہیں بلاشبہ وطن سے محبت کے یہ جذبات نہ صرف ادب کا حصہ ہیں بلکہ ہماری ذات کا بھی حصہ جو ہمیں ہر وقت ہر آن ہر لحمہ وطن سے محبت کی معراج تک پہنچنے کی ترغیب دیتے ہیں اور ہر لحمہ اسی فکر میں رہنے کی دعوت دیتے ہیں کہ

"ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا"

☆☆☆

URDU SHAIRI MEIN HUBBUL WATANI

Research Papers

ALUMNI
(GULISTAN-E-HAMIDIA)
2021

Compiled by:

Dr. Zareena Begum